ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

محدث

لاہور

پاکستان

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی

399 | جون 2025

مجلس التحقیق الاسلامی

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ

کے شعبہ

المعهد العالي للعلوم الاجتماعية

بیاد

مجتهد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

شیخ التفسیر حافظ محمد حسین روپڑی رحمہ اللہ

لاہور انسٹیٹوٹ فار سوشل سائنسز

Lahore Institute For Social Sciences

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے الحاق شدہ

درس نظامی + 4 سالہ بی ایس اسلامک سٹڈیز

ریگولر کلاسز کا آغاز (برائے طلباء و طالبات)

مصروف طلبہ کیلئے Evening کلاسز کی سہولت۔

عالیہ/بی اے کی سند کے حاملین کے لیے ڈائریکٹ 5th سمیسٹر میں داخلہ جاری ہے۔

اہلیت : F.A, ICS, F.SC یا کسی بھی وفاق سے ثانویہ خاصہ کیا ہو۔

کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے جدید دنیا کے تقاضوں سے ہم آہنگ رہتے ہوئے قرآن و سنت کے حقیقی علم سے بھی بہرہ ور ہوں، تو آیئے جامعہ لاہور الاسلامیہ نے اس خواب کو حقیقت بنانے کے لیے ایک نئے شاندار تعلیمی نظام کو متعارف کروایا ہے، جہاں درسِ نظامی کے ساتھ ساتھ B.S اسلامک سٹڈیز ریگولر کلاسز کی معیاری تعلیم دی جا رہی ہے۔

اب آپ کے بچے دین و دنیا کی کامیابی کے لیے مضبوط علمی بنیاد حاصل کرسکتے ہیں .

خصوصیات

- تعلیم کے ساتھ بہترین تربیت، تاکہ علم کے ساتھ کردار بھی سنورے
- درسِ نظامی کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم کا حسین امتزاج
- بی ایس کی ڈگری، جو تعلیمی و پیشہ ورانہ ترقی میں معاون ثابت ہو
- عربی زبان میں مہارت کے لیے خصوصی توجہ
- قرآن و حدیث کا گہرا فہم اور فقہی بصیرت
- آرام دہ اور پر سکون تعلیمی ماحول
- پانچ کنال پر مشتمل شاندار بلڈنگ
- غیر نصابی سرگرمیاں

شرائط داخلہ

- ریگولر بی ایس (اسلامیات) میں داخلہ کے لئے ایف اے پاس ہونا ضروری جبکہ ثانویہ عامہ یا میٹرک پاس طلباء کے لیے 6 سالہ درس نظامی + ریگولر بی ایس
- داخلہ تحریری و تقریری ٹیسٹ کی بنیاد پر ہوگا
- داخلے کے وقت والد/ سرپرست کی موجودگی لازمی ہے
- رجسٹریشن فیس: 500 روپے (آن لائن فارم کے ساتھ جمع کروانا لازمی)
- رجسٹریشن کے لیے درج ذیل معلومات دیے گئے نمبرز پر واٹس ایپ کریں :
  نام/ ولدیت/ سابقہ تعلیمی قابلیت/ مکمل پتہ/ رابطہ نمبر

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں

0321-2637163
0300-8002329

الداعی

ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی

رئیس جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ)

91- بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی ﷫

مُدیر منتظم: ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

مُدیر: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

جلد 56 — جون 2025ء / ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ — عدد 03

مجلس مشاورت: مولانا ارشاد الحق اثری ■ حافظ ثناء اللہ زاہدی ■ حافظ مسعود عالم ■ حافظ محمد شریف ■ حافظ عبد الستار حماد ■ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی ■ ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد ■ حافظ محمد امین محمدی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	شعبہ	مصنف
4	نصاب میں شیعہ عقائد کی ترویج اور فرقہ واریت کا بیج	فکر و نظر	اداریہ
8	پاک بھارت جنگ ۲۰۲۵ء سے کیا حاصل ہوا؟	فکر و نظر	اداریہ
14	شرح کتاب التوحید (صحیح بخاری)	عقائد اہل سنت	ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی
28	مولانا اصلاحی اور اجماع امت کا انکار	تحقیق و تنقید	پروفیسر مولانا محمد رفیق
36	مسجد میں نکاح کے معاشی اور معاشرتی فوائد	اصلاح معاشرہ	عبد الرحمن عزیز
49	مسجد میں نکاح... ایک ماڈل مسجد	اصلاح معاشرہ	ڈاکٹر عبید الرحمن بشیر
51	تنظیم المساجد والمدارس السلفیہ، پاکستان	دفاع مساجد و مدارس	قاری ظہیر ادریس
58	سینئر پروفیسر ساجد میر رحمہ اللہ علیہ	سوانح حیات	پروفیسر عاصم حفیظ

مدیر معاون

عبد الرحمن عزیز

0308-4131740

مینیجر

محمد اصغر

0305-4600861

زر سالانہ	600/= روپے
فی شمارہ	100/= روپے

بیرون ملک

زر سالانہ	30/= ڈالر
فی شمارہ	5/= ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No: 984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ

99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

042-35866396, 35866476

Email:
Mohaddislhr@gmail.com

Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore.

Islamic Research Council

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے، ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

اسلامیات کے نصاب میں
شیعہ عقائد کی ترویج اور فرقہ واریت کا بیج

بچوں کی ذہن سازی میں نصاب کی اہمیت کسی صاحب شعور سے مخفی نہیں۔ نصاب صرف کتابوں اور مضامین کا مجموعہ نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک ایسا نقش ہوتا ہے جو بچوں کے ذہن و قلب پر تاحیات مرتسم ہو جاتا ہے۔ نصاب نسلوں کی فکری، سماجی، جذباتی اور اخلاقی نشوونما کی بنیاد رکھتا ہے، قوموں کی ترقی ان کے نصاب کی رہین منت ہوتی ہے، زندہ قومیں اپنے بچوں کے لیے نصاب بڑی مہارت اور توازن سے تشکیل دیتی ہیں۔ نصاب کو بچے حرف آخر سمجھ کر پڑھتے ہیں۔

عرصے بعد ہمارے ہاں فرسٹ ائیر کی اسلامیات لازمی کے نصاب میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں ہیں، تبدیلی کا مقصد اصلاح اور بہتری کی طرف سفر ہوتا ہے لیکن افسوس کہ یہاں بہتری کی بجائے تنزلی کی طرف سفر شروع ہو گیا ہے۔ اس میں کچھ تبدیلیاں قابل تحسین ہیں لیکن کچھ تبدیلیاں ایسی ہیں کہ انہیں جب سے دیکھا ہے سکتے میں ہوں کہ نادیدہ قوتیں ہمارے ساتھ کیا کھیل کھیل رہی ہیں اور کیسے فرقہ واریت کا زہر ہماری نئی نسلوں کی رگوں میں میں چابک دستی اور چالاکی سے اتارا جارہا ہے۔ اسلامیات لازمی کا نصاب تو سب جانتے ہیں کہ تمام بچوں کے لیے لازمی ہوتا ہے۔ فرسٹ ائیر کی اسلامیات لازمی کے نصاب میں جو نیا کھیل کھیلا گیا ہے، اس پر ایک معقول شخص سر پیٹ کر رہ جاتا ہے۔ اس وقت اس کے دو مقامات پر تجزیاتی تبصرہ پیش کر رہا ہوں۔

① پہلے مقام کا تعلق اس کتاب کے باب اول سے ہے، اس میں حجیت حدیث اور تدوین حدیث کی تاریخ اور صحاح ستہ کا تعارف ہے، ساتھ ہی اہل تشیع کی اصول اربعہ کا تعارف ہے۔ امکان غالب یہی ہے کہ کمیٹی کے بعض اہل تشیع نمائندوں کے اصرار پر اصول اربعہ کا تعارف نصاب کا حصہ بنا دیا گیا، ساتھ وضاحت بھی موجود ہے کہ اہل تشیع کی یہ کتب حدیث ہیں۔ چلیں اس حد تک بعض مجبوریوں کی بنا پر قابل برداشت ہے اور اس بنا پر بھی اسے گوارا کیا جا سکتا ہے کہ اہل السنہ طلبہ کو بھی دیگر مکتب فکر کی چند کتابوں کا تعارف ہو جاتا، لیکن یہاں ان کتابوں کے ساتھ ہی 'مستند' کا لفظ ایڈ کر دیا گیا ہے جو قطعاً درست نہیں۔

اس ضمن میں چند منتخب احادیث کا حصہ بھی شامل نصاب ہے، قدیم نصاب میں ان منتخب احادیث کے

ساتھ اہل السنہ کی کتب حدیث کے حوالے درج ہوتے تھے۔ لیکن اب ظاہر ہے بعض اہل تشیع کو خوش کرنے کے لیے ہر حدیث کے نیچے صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ شیعہ کتاب کا حوالہ بھی درج ہے۔ علی سبیل المثال: 'من یُردُ اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین' صحیح بخاری کی معروف حدیث ہے اس کا حوالہ یوں درج ہے [صحیح بخاری: ۷۱، الکافی، ج:۱، ص:۳۳]

صحیح بخاری کے ساتھ اصولی طور پر دیگر کتب حدیث کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں رہتی بالخصوص نصابی کتاب میں کیونکہ طلبہ پر کم سے کم بوجھ ڈالا جاتا ہے اور نصاب کو نہایت آسان بنایا جاتا ہے۔ صحیح بخاری کے ساتھ الکافی کو موازی اہمیت طلبہ پر خواہ مخواہ اضافہ بوجھ ڈالنا کسی بھی طرح درست نہیں۔

صحیح بخاری کے ساتھ دوسرے تیسرے درجے کی سُنّی کتاب حدیث کا بھی حوالہ دینے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس مرحلے میں اصل چیز حدیث کا متن ہے تخریج حدیث مقصود نہیں۔ اس اصول کو پس پشت ڈال کر صحیح بخاری کے ساتھ اہل تشیع کی 'الکافی' کا حوالہ ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید کی آیت کے ساتھ بائبل کا حوالہ ہو۔ اس لیے شیعہ کتب کے حوالے حذف کر دینے چاہییں۔

④ دوسرے مقام کا تعلق اس کتاب کے باب ششم سے ہے، اس باب کا موضوع ہدایت کے سر چشمے اور مشاہیر اسلام ہے۔ اس باب کے تین ذیلی عناوین ہیں پہلا عنوان خلافت راشدہ سے متعلق ہے دوسرا ائمہ اہل بیت کے بارے میں اور تیسرا صوفیہ کرام کے متعلق ہے۔

اس حوالے سے پہلی گزارش یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کا عنوان ہی اہل السنہ کے عقائد سے متصادم ہے۔ کیونکہ اہل تشیع اپنے آئمہ کو نہ صرف انبیاء ورسل کی طرح معصوم سمجھتے ہیں بلکہ انہیں انبیاء ورسل سے افضل ہے، اہل تشیع کے امام انقلاب خمینی آئمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"امام کے لیے خلافت تکوینی ہے جس کی وجہ سے دینا کا ہر ذرہ ان کا تابع فرمان ہے۔ ہمارے ضروریات مذہب میں یہ بات داخل ہے کہ کوئی بھی ائمہ کے مقام معنویت تک نہیں پہنچ سکا چاہے وہ ملک مقرب یا نبی مرسل ہو وہ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا[1]"

جبکہ اہل سنت اس عقیدے کو انبیاء علیہم السلام کی توہین سمجھتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ بارہ ائمہ اہل بیت کی تعیین کا تصور خود شیعی مکاتب فکر کے ہاں بھی اختلافی ہے، اس

---

۱ اسلامی حکومت از خمینی، ترجمہ اردو: ۳۹، ۳۸

نصاب میں صرف ایک شیعہ فرقے 'اثنا عشری' کے مخصوص عقائد پیش کیے گئے ہیں۔

(۳) تیسری قابل اعتراض بات یہ ہے کہ اس میں مذکور امام مہدی کا جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ اہل السنہ کے تمام مکاتب فکر بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کے نزدیک غلط، قرآن وسنت سے متصادم اور عقل کے بھی خلاف ہے۔ بلکہ ہمارے بچوں کے ذہنوں میں اہل تشیع (اثنا عشری فرقہ) کے امام غائب سے متعلق ایک ایسا عقیدہ بٹھایا جارہا ہے جسے اہل تشیع کے باقی فرقے بھی جھوٹ قرار دیتے ہیں۔

بارہویں امام غائب کے متعلق اسلامیات لازمی کا پیراگراف ملاحظہ ہو:

"روایات کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش دو شعبان (۲۵۵) ہجری کو عراق میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا نام نرجس خاتون تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی تو حکومتی کارندے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حفاظت فرمائی۔ سیاسی حالات کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں روپوش ہو گئے تھے۔ (یعنی امام غائب کی عمر کم وبیش بارہ سو سال ہو چکی۔ کئی صدیوں سے غائب ہیں) روپوشی کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام عراق، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رہا۔ (کس دور میں ان علاقوں میں منتقل ہوتے رہے کوئی وضاحت نہیں) آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خطوط کے ذریعے سے لوگوں کی علمی اور اخلاقی تربیت فرمائی۔ (کس دور میں مراسلات جاری رہے کچھ پتا نہیں) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں عثمان بن سعید، محمد بن عثمان، حسین بن روح اور علی بن محمد سمری شامل ہیں، جنھیں "نائبین خاص" کہا جاتا ہے۔"[1]

اس عقیدہ کے بارے اہل السنہ کے عظیم امام اور مفسر قرآن امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے دوٹوک لکھا ہے۔

نوع من الهذيان وقسط كثير مِنَ الخِذْلَانِ وَهَوَسٌ شَدِيدٌ مِنَ الشَّيْطَانِ إِذْ لا دليل عليه ولا برهان لا من كتاب ولا من سنة ولا من معقول صحيح ولا استحسان [2]

"یہ تصور ذہنی ہذیان اور بیوقوفی کی ایک قسم ہے، اس عقیدے میں بدنصیبی اور ذلت ورسوائی کا بہت بڑا کردار ہے، بلکہ درحقیقت یہ عقیدہ شیطان کی بدترین ہوس کا آئینہ دار ہے۔ اس عقیدے پر قرآن وسنت میں کوئی دلیل ہے نہ عقل کی رو سے درست، نہ ہی کسی قیاس کے رو سے قابل قبول ہے۔"

۱　اسلامیات لازمی فرسٹ ایئر، ص:۱۰۹

۲　النهاية في الفتن والملاحم، ۱/۵۵

ڈائریکٹر کوریکولم سے لے کر مصنفین و مرتبین اور نظر ثانی کرنے والے سکالرز سے سوال ہے کہ کسے خوش کرنے کے لیے ہمارے اہل سنت کے بچوں کو اسلامی عقیدہ کے نام پر وہ عقیدہ پڑھایا جارہا ہے جو ان کے نزدیک بالاتفاق گمراہ کن اور باطل عقیدہ ہے!

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک فرقے کے تعارف کے طور پر نہیں پڑھایا جارہا بلکہ ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر معصوم بچوں کے ذہن میں انڈیلا جارہا ہے اور پڑھنے والے بچوں میں سے اکثر وہ ہیں جن کے بڑوں کے نزدیک یہ گمراہ کن عقیدہ ہے۔ لہٰذا اس فرقہ واریت اور انتشار برپا کرنے کی کیا معقولیت ہے؟

ہمارا مطالبہ ہے کہ اسلامیات کے نصاب میں صرف اور صرف قرآن و حدیث کی وہ باتیں شامل نصاب کی جائیں جو اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔

اگر اہل سنت سے ہٹ کر دوسرے فرقوں کا تعارف دینا مقصود ہے تو اولاً فرسٹ ائیر کے لیول پر اس کی ضرورت نہیں یہ بعد کا مرحلہ ہے۔ اگر کوئی مجبوری ہے تو اس کا معقول طریقہ یہ ہے کہ آپ دوسرے فرقوں کا انتہائی مناسب اور معقول تعارف دیں اور ساتھ مذہبی ہم آہنگی، رواداری اور برداشت پر مواد شامل کریں۔ جس سے طلبہ ایک دوسرے کے نظریات سے آگاہ بھی ہو سکیں اور رواداری کی تعلیم بھی حاصل کر سکیں۔ اس طرح ہر طالب علم پڑھتے ہوئے جان رہا ہو گا کہ یہ فلاں فرقے کا عقیدہ ہے، طلبہ اندھیرے میں نہیں رہیں گے۔ فرقوں کے درمیان خود تقابل کر لیں گے۔ اگر اہل تشیع کے نمائندے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اہل بیت کا احترام سب اہل اسلام ہی کرتے ہیں تو یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے لیکن یہ آدھا سچ ہے۔

اہل بیت کا احترام ایک مسلمہ اور متفقہ عقیدہ ہے۔ اہل بیت میں سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ امہات المومنین، بنات النبی رضی اللہ عنہن اور دیگر بھی شامل ہیں، پھر ان سب کا تذکرہ کیجیے۔

اہل بیت ایک متفقہ اصطلاح ہے، اگرچہ اس کے مصداق کی تعیین میں اختلاف ہے، جب کہ بارہ اماموں کا عقیدہ تو بالکل ہی اور چیز ہے۔ اہل بیت کے مقدس نام کے بہانے اثنا عشری عقیدہ امامت کو لازمی نصاب کا حصہ بنانا اہل اسلام کے ساتھ ناانصافی ہے اور دھوکہ دہی بھی۔

اس کی فی الفور اصلاح ہونی چاہیے وگرنہ کالجز میں فرقہ واریت بڑھنے کے امکانات پیدا ہو جائیں گے۔

(پروفیسر ڈاکٹر عبید الرحمن محسن)

پاک بھارت جنگ ۲۰۲۵ء سے کیا حاصل ہوا؟

ڈاکٹر ہیڈگیوار نے ۲۷ ستمبر ۱۹۲۵ کو راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کے نام سے ہندو قوم پرست جماعت کی بنیاد رکھی۔ اس جماعت کے دو بڑے مقاصد تھے: ہندوستان سے تمام غیر ہندو اقوام کو بے دخل کرنا اور ملک میں کٹر ہندو نظریات نافذ کرنا۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے فوجی ٹریننگ کے ادارے اور ہندوازم کی تعلیم کے لیے اسکول کھولے گئے، ٹریننگ کیمپوں میں طالب علموں کو لاٹھی، تلوار، بھالے اور خنجر کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ یہ نظریہ انگریزوں کو سوٹ کرتا تھا چناں چہ برطانوی حکومت نے آر ایس ایس کو سپورٹ کیا اور یہ لوگ سرکاری کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخل ہوگئے اور ہندو بچوں کی ذہن سازی کرنے لگے۔ آر ایس ایس نے بعد ازاں بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے نام سے اپنا سیاسی ونگ بھی بنالیا۔ اٹل بہاری واجپائی، ایل کے ایڈوانی اور ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی کی دن رات محنت کے نتیجے میں ۱۹۹۶ء میں بی جے پی لوک سبھا کی اکثریتی جماعت بن گئی اور ۱۹۹۸ء میں مخلوط حکومت بنانے میں کام یاب ہوگئی، اب تک وہ کئی بار اقتدار میں آچکی ہے۔ بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد آر ایس ایس نے مسجدوں، چرچز، جین مندروں اور بودھ ٹمپلز پر حملے شروع کردیے۔ نریندر مودی ۲۰۰۱ سے ۲۰۱۴ تک گجرات کا چیف منسٹر رہا، اس کے زمانے میں مارچ ۲۰۰۲ میں گجرات میں مسلمانوں پر حملے شروع ہوئے جس میں ۱۰۰۰ کے قریب مسلمان قتل کردیے گئے۔ ہزاروں عورتیں ریپ ہوئیں، آر ایس ایس کے غنڈوں نے چھوٹے معصوم بچے بھی نہ چھوڑے۔ ۲۰۱۴ء میں مودی وزیر اعظم بن گیا، اب تک وہ مسلسل تیسری بار وزیر اعظم بن چکا ہے۔ اس کے تمام ادوار میں پورے ہندوستان میں آگ لگی رہی۔ سیکڑوں مسجدیں، چرچ اور ٹمپلز توڑ دیے گئے، ہزاروں لوگ نسل کش فسادات میں مارے گئے۔ آر ایس ایس دنیا کی سب سے بڑی رائیٹ ونگ کی تنظیم بن چکی ہے، اس کے ممبرز کی تعداد ۷۰ لاکھ تک پہنچ گئی ہے اور بی جے پی کی مرکز کے علاوہ ۱۴ ریاستوں میں حکومتیں بھی ہیں۔ اب آر ایس ایس ۲۷ ستمبر ۲۰۲۵ کو ناگ پور میں اپنی سو سالہ تقریبات منانا چاہتی ہے۔ اس سے پہلے وہ کوئی ایسا معرکہ سر کرنا چاہتی ہے جو اس کے نظریے کو جواز فراہم کرسکے۔ ان کی نظر میں پاکستان کو شکست دینے سے بڑا کارنامہ کیا ہو سکتا ہے؟ چناں چہ نریندر مودی نے پہلے مقبوضہ

کشمیر کے اندر پہلگام میں ۲۲ اپریل کو سیاحوں پر ایک حملہ کرایا، پھر اس کا الزام پاکستان پر لگا کر اس کا بدلہ لینے کا اعلان کر دیا۔ پاکستان کے دفاعی ادارے ایکٹو ہو گئے۔ بلاآخر ۶ اور ۷ مئی کی درمیانی رات انڈیا نے پاکستان کے ۹ شہروں پر مزائل داغ دیے جس سے مساجد اور سول عمارتوں کو نقصان پہنچا، ۳۰ لوگ شہید ہو گئے، جواب میں پاکستان نے انڈیا کے ۵ طیارے مار گرائے۔ مزید جواب دینے کا اعلان کر دیا۔ تین دنوں کے بعد ۱۰ مئی ۲۵ء کو نماز فجر کے بعد پاکستان نے جوابی وار شروع کیا، جسے "بنیان مرصوص" کا نام دیا گیا۔ صرف ایک گھنٹہ کی لڑائی میں پاکستان نے انڈیا کو برباد کر کے رکھ دیا، اس لڑائی کے دوران عسکری تاریخ میں کئی نئے ریکارڈ قائم کیئے۔ پوری دنیا میں ماہرین فن حرب اس پر تبصرے اور تجزیے کر رہے ہیں، اس سلسلے میں ہم اپنے قارئین کی خدمت میں ایک ماہرانہ تجزیہ پیش کر رہے ہیں۔ [ادارہ محدث]

طاقت، جب تک آزمائی نہ جائے، مقدس سمجھی جاتی ہے۔ مگر جب اسے بلا ضرورت دکھایا جائے، تو یہ اس کی حدود کو بے نقاب کر دیتی ہے۔ یہی بازر کھنے کا بنیادی اصول ہے: ایک مضبوط رہنما کو کبھی چھڑی نہیں گھمانا چاہیے جب تک یقین نہ ہو کہ وہ ضرب نشانے پر لگے گی۔

مودی کے پاس بڑی چھڑی تھی۔ ان کے پاس ابہام کا فائدہ تھا، زبردست طاقت کا خوف اور ابھرتی ہوئی بھارت کی عالمی شبیہ۔ مگر انہوں نے اس کا استعمال کیا نہ کہ درست ضرب لگانے کے لیے، بلکہ محض بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لیے۔ اسی میں انہوں نے اس طاقت کا کھوکھلا پن ظاہر کر دیا۔

اب دشمن کو چھڑی سے خوف نہیں۔ اب دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ بھارتی فضائی قوت کو روکا جا سکتا ہے۔

اور پاکستان جسے مودی کی حکمتِ عملی مٹانے کے درپے تھی کمزور ہو کر نہیں، بلکہ بیدار ہو کر ابھرا ہے۔ یہ صرف ایک تزویراتی ناکامی نہیں، بلکہ تاریخ میں یاد رکھا جانے والا لمحہ ہے: جب بھارت نے شکست کے ذریعے نہیں، بلکہ حد سے تجاوز کر کے اپنی برتری کھو دی۔

یہ محض ایک جھڑپ نہ تھی۔ یہ طاقت اور تاثر کا نقشہ دوبارہ کھینچنے کی کوشش تھی۔ مگر بھارت کی حکمتِ عملی جس کا مقصد غلبہ حاصل کرنا تھا اپنی حدود ظاہر کرنے پر ختم ہوئی۔ بھارتی فضائیہ، جسے طویل عرصے سے برتر سمجھا جاتا تھا، آزمائی گئی اور روک دی گئی۔ چھڑی پاکستان کو توڑنے کے لیے گھمائی گئی۔ لیکن وہ ہوا میں ہی ٹوٹ گئی۔

مودی کی گہری چال واضح تھی:

پاکستان کو اشتعال دلا کر جوابی ایٹمی کارروائی پر مجبور کرنا،

اسے عالمی سطح پر تنہائی میں ڈالنا،

اور پاکستان کی ساکھ کو تباہ کرنا۔

مگر پاکستان نے پلک نہ جھپکی۔

اس نے تحمل، درستگی اور حکمتِ عملی کے ساتھ کھڑے ہو کر جواب دیا۔

چینی ISR، ریڈار اور میزائل نیٹ ورک کی پشت پناہی کے ساتھ، پاکستان نے جو ممکنہ شکست ہو سکتی تھی، اسے خطے کے توازن میں بدل دیا۔

رافیل طیاروں کا افسانہ مٹ گیا۔

INS کرانت خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا۔

اور نفسیاتی برتری جو بھارت کا سب سے بڑا ہتھیار تھا کھو دی گئی۔

یہ طاقت کو آزمانے کا عمل تھا۔ اور اس میں بھارت نے اپنا ہاتھ ظاہر کر دیا اور برتری کا طلسم توڑ دیا۔

بھارتی فضائیہ، جو کبھی ناقابلِ تسخیر سمجھی جاتی تھی، اب جانچی، ناپی، اور روک لی گئی ہے۔

روایتی برتری کا پورا فریم ورک جسے ایسے ہی دن کے لیے تیار کیا گیا تھا— عوام کے سامنے بکھر گیا۔

اب افسانہ چکنا چور ہو چکا ہے۔

نفسیاتی برتری ختم ہو چکی ہے۔

اور "اکھنڈ بھارت" کا خواب جو قوم پرستانہ نعرے کے ساتھ پیش کیا گیا تھا پانی میں بہہ گیا ہے۔

پاکستان کی تاریخ سے ملاقات: آخری حد سے حکمت کی طرف گزشتہ رات یاد رکھی جائے گی ان واقعات کے لیے جو نہیں ہوئے۔

اسلام آباد کا "سقوط" کراچی پورٹ کی "تباہی" جنرل عاصم منیر کی "گرفتاری"

یہ سب بھارتی میڈیا کی آخری کوششیں تھیں فتح کا تاثر پیدا کرنے کی، ایک نفسیاتی فتح کا ڈرامہ رچانے کی۔

مگر وہ ناکام ہو گئے اور اسی ناکامی میں ایک نئی حقیقت نے جنم لیا۔

آج مودی جب شمال کی طرف دیکھتے ہیں تو ایک بحال شدہ اتحاد کو دیکھتے ہیں پاکستان اور چین پہلے سے کہیں زیادہ قریب۔

یہ پاکستان کی تاریخ سے ملاقات تھی: ایک وجودی لمحہ، جسے وقار اور درستگی سے نبھایا گیا۔ جنہیں بھارت

"لوہے کی اڑتی ہوئی نلکیاں" کہہ کر مذاق اڑاتا تھا، انہوں نے بازرکھنے کی نئی تعریف پیش کی۔
پاکستان نے جدید جنوبی ایشیائی تاریخ کی سب سے مربوط دفاعی حکمتِ عملی اور حقیقی وقت میں ہم آہنگی کا مظاہرہ پیش کیا۔

اور اب، جب بھارت کا غرور دب چکا ہے، ایک نیا دور شروع ہو رہا ہے غرور سے کم، عاجزی سے زیادہ۔
عرب دنیا اب مودی کو پہلے والی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گی اور نہ ہی ٹرمپ یا مغرب۔
کیونکہ انہوں نے حقیقت دیکھ لی ہے:
پاکستان قراقرم، سلک روڈ، واہگہ، خیبر، اور طورخم کے سنگم پر کھڑا ہے، اس کے پاس صرف جغرافیہ نہیں، بلکہ ۲ء۸ ارب افراد کے خطے کے استحکام کی کنجی بھی ہے، تزویراتی نقشہ بدل چکا ہے اور دنیا کی نظر کا زاویہ بھی۔

تزویراتی پیش گوئی:

مودی کی غلطی اور نئے طاقت کے توازن کا آغاز۔
جو طاقت کے مظاہرے کے طور پر شروع ہوا، وہ اب تزویراتی غلطی کی کتابی مثال بن چکا ہے۔
مودی کا مقصد واضح تھا:
برتری جتانا، پاکستان کو تیزی سے نیچا دکھانا اور بھارت کی علاقائی برتری کو مستحکم کرنا۔ یہ منصوبہ بھارتی فضائیہ کی برتری، رافیل طیارے، INS وکرانت، سیٹلائٹ انٹیلیجنس اور سیاسی غرور پر مبنی تھا۔
مودی کے نزدیک جنگ ۹۹٪ مکمل تھی صرف ایک آخری وار باقی تھا۔
مگر یہ فریب اس لمحے ٹوٹا، جب بھارتی طیارے متنازع فضائی حدود میں داخل ہوئے۔
فضائی برتری کی شکست طاقت سے نہیں، بلکہ کچھ زیادہ پیچیدہ ذریعے سے ہوئی:
پاکستان اور چین کے درمیان گہری، حقیقی وقت کی ہم آہنگی۔
پاکستانی فضائیہ کے پاس صرف ریڈار نہیں، خلا میں آنکھیں بھی تھیں۔
چینی ISR سیٹلائٹس، Saab Erieye AWACS، اور PL-۱۵ طویل فاصلے والا فضائی میزائل ایسا جال بن چکا تھا جس میں بھارتی طیارے پوشیدہ نہ رہ سکے۔
بھارت نے جیسے ہی اپنی فضائی قوت کو "ٹائیگر" فارورڈ بیسز پر مرکوز کیا پاکستان دیکھ رہا تھا۔
PAD سسٹمز خاموشی سے نگرانی کر رہے تھے۔
اور جیسے ہی IAF طیاروں نے اڑان بھری، صرف وہی نشانہ بنے جنہوں نے ہتھیار فائر کیے۔

رافیل پائلٹس؟ متعدد رپورٹس کے مطابق، انہوں نے میزائل کو آتے ہوئے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

کیونکہ جب PL-۱۵ کو AWACS کی رہنمائی حاصل ہو، تو وہ نظر نہ آنے والا بھوت بن جاتا ہے جو مار دیتا ہے، دیکھے جانے سے پہلے۔

یہ کوئی فضائی جنگ نہ تھی۔ یہ نیٹ ورکڈ وارفیئر کی گھات تھی۔

سمندر میں بھی یہ فریب بکھر گیا۔

INS وکرانت، بھارت کا فلیگ شپ کیریئر، ایک پاکستانی P-۳C Orion کی ریڈار لاکنگ کے بعد پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔

ایک حکمت بھری توہین، جو میزائل سے نہیں، بلکہ ریڈار اور برداشت سے دی گئی۔

یہ ایک نئی بازدار حقیقت کا اشارہ تھا کہ

بھارت کو دیکھا جا سکتا ہے۔ پیچھا کیا جا سکتا ہے اور روکا جا سکتا ہے۔

مودی کا خواب

پاکستان کو مٹا دینا، اسے تقسیم کرنا، اس کے دریا خشک کرنا، اس کے شہر تباہ کرنا اب یہ ان کے لیے ایک ڈرونا خواب بن چکا ہے۔

عالمی اثرات

پاکستان، جسے طویل عرصے سے "ناکام ریاست" کے طور پر پیش کیا جاتا رہا — اب ایک قابلِ اعتماد توازن کے طور پر ابھرا ہے۔ نہ کوئی معاشی دیو، نہ دوسرا درجے کا کھلاڑی۔

بلکہ ایک ایسا ملک جس نے بھارتی فضائیہ کو روکا، اور ثابت کیا کہ دفاع صرف تعداد سے نہیں، بلکہ درستگی سے ہوتا ہے۔ یہ صرف ایک حکمتِ عملی کی تبدیلی نہیں، بلکہ ایک نفسیاتی دھچکا ہے۔

اسلامی دنیا، جو پہلے تذبذب میں تھی، اب نئے زاویے سے دیکھ رہی ہے کیونکہ جدید جنگ میں عزت نعروں سے نہیں، بلکہ بازدار قوت سے حاصل کی جاتی ہے۔

بھارتی میڈیا، جس نے ایک رات قوم پرستانہ جوش میں اسلام آباد کے "فتح" کا ڈرامہ رچایا،

صبح کو شرمندگی اور خاموشی کے ساتھ بیدار ہوا۔ زی نیوز سے ٹائمز ناؤ تک، خواب ٹوٹ گیا۔ انفلوئنسرز نے

معافی مانگی۔ ٹوئٹس ڈیلیٹ ہو گئے۔ بھارت کے کئی بزرگ تجزیہ کاروں نے احتساب کا مطالبہ کیا۔

میری پیش گوئی:

مودی پیچھے ہٹیں گے۔ اس لیے نہیں کہ وہ چاہتے ہیں، بلکہ اس لیے کہ اب ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں۔ جو ایک "سرجیکل اسٹرائیک" سمجھا جا رہا تھا، وہ اب تکنیکی، سیاسی اور نظریاتی شکست بن چکا ہے۔ بھارت-پاکستان تنازع اب یکطرفہ نہیں رہا، بلکہ یہ خطے کی طاقت کا توازن بن چکا ہے، جو ڈرامے سے نہیں، بلکہ پاکستان-چین کے فوجی اتحاد کی گہرائی سے تشکیل پایا ہے۔

یہ صرف مودی کے لیے دھچکا نہیں یہ پاکستان کے لیے ایک اسٹریٹیجک تحفہ تھا اسی شخص کے ہاتھوں، جو اس کی شکست چاہتا تھا۔ اس نے اس کا راستہ ہموار کیا اور اب وہی حقیقت بن گئی ہے۔ پردہ ہٹ گیا ہے۔ توازن بدل گیا ہے۔

افسانہ دم توڑ چکا ہے۔ مودی وہ شخص جسے "نئے بھارت" کا معمار کہا جاتا تھا، جو دنیا بھر میں زور سے سنا جاتا تھا اب ایک ابھرتے ہوئے توازن کے سائے میں آ چکا ہے۔ پاکستان، جسے کبھی ایک ناکام ریاست سمجھا جاتا تھا— اب چین کے ویسٹرن تھیٹر کمانڈ کی درپردہ تزویراتی حمایت حاصل ہے جو کسی بھی مستقبل کی جھڑپ میں پاکستان کی علاقائی سالمیت کی ضمانت بنے گا۔ طاقت کا توازن مستقل طور پر بدل چکا ہے۔

"اکھنڈ بھارت" کا خواب ختم ہو گیا ہے۔ وہ جاہلانا رویہ چلا گیا ہے۔ اب وقت ہے کہ بھارت کے عوام وہ سچ تسلیم کریں، جو ان کا میڈیا نہیں بولتا۔ پاکستان اب وہ پاکستان نہیں رہا، جسے ماضی میں نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ آج کی پاکستانی فضائیہ کا وقار، درستگی اور اعتماد یہ ناکام ریاست کا رویہ نہیں۔ یہ ایک ایسی قوم کی تصویر ہے جس نے مورچہ سنبھالا اور اس کی لکیر دوبارہ کھینچ دی۔

آیئے امن کو فروغ دیں
ایک دوسرے کی مہارت اور وقار کو تسلیم کر کے۔
یہ ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے سے عزت، نرمی اور فہم کے ساتھ پیش آئیں—
غرور یا لاعلمی کے ساتھ نہیں۔

[https://www.thekhybermail.com/blog-post/another-point-of-view-the-war-clouds-are-over]

قسط(۱۰)

شرح کتاب التوحید (صحیح بخاری)

افادات: ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن مدنی
ترتیب: حافظ عبدالرحمن عزیز

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾ [إبراهيم: ٤] ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ﴾ [الصافات: ١٨٠] ﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ ﴾ [المنافقون: ٨] وَمَنْ حَلَفَ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَصِفَاتِهِ.

باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور وہ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے"۔ اور فرمایا "(اے رسول!) تیرا مالک عزت والا ہے، ان باتوں سے پاک ہے جو یہ کافر بناتے ہیں" اور فرمایا "عزت اللہ اور اس کے رسول ہی کے لیے ہے" اور جس شخص نے اللہ کی عزت اور اس کی دوسری صفات کی قسم کھائی (تو وہ قسم منعقد ہو جائے گی)۔

اس باب میں امام بخاریؒ نے اللہ تعالیٰ کی صفت؛ عزت کا اثبات کیا ہے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو اس کا انکار کرتے ہیں یا انہیں بطور اسم مانتے ہیں لیکن اس میں موجود وصفیت کا انکار کرتے ہیں، مثلاً وہ کہتے اللہ عزیز تو ہے لیکن بلا عزہ ہے جیسے وہ کہتے ہیں: اللہ علیم بلا علم ہے۔ یعنی وہ اللہ کی صفتِ عزت کا انکار کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"امام بخاری نے تین آیات نقل کی ہیں جن میں صفتِ عزت کا اثبات ہے۔ پہلی آیت میں عزت بطور اسم صفت بیان ہوا ہے جس کا معنی قدرت اور غلبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بھی قرآن مجید میں بہت سارے مقامات پر آئی ہے۔ کہیں مصدر، کہیں اسم صفت، کبھی اضافت کے ساتھ، کہیں "ال" کے ساتھ اور کہیں "ال" کے بغیر جیسے عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ہے۔

دوسری آیت میں (جہاں 'عزت' کو 'ربوبیت' کے ساتھ جوڑا گیا ہے)، تو اس میں اشارہ ہے کہ یہاں 'عزت' سے مراد 'قہر اور غلبہ' ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ 'عزت' کو ربوبیت کے ساتھ اس لیے جوڑا گیا

ہو تا کہ وہ خاص طور پر اللہ ہی کی صفت ہو، گویا کہا گیا ہو: "وہ جو عزت کا مالک ہے"، یعنی یہ اللہ کی ذاتی صفت ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں 'عزت' سے مراد مخلوقات کے درمیان ظاہر ہونے والی عزت ہو، جو کہ مخلوق ہے، اس اعتبار سے یہ صفتِ فعل میں شمار ہوگی۔ اس صورت میں 'رب' کا مطلب 'خالق' ہوگا، اور یہاں العزت میں 'ال' جنس کے لیے ہے۔

لہٰذا جب تمام عزت اللہ کے لیے ہو، تو کسی کے لیے یہ درست نہیں وہ فخر کرے، اور نہ ہی کسی کے پاس کوئی عزت ہے مگر وہ جو اللہ نے دی۔

تیسری آیت کا حکم دوسری سے سمجھا جا سکتا ہے، کہ یہاں بھی "غلبہ" کا مفہوم ہے، کیونکہ یہ منافق کے دعوے کے جواب میں آئی ہے جس نے کہا تھا کہ وہ سب سے زیادہ معزز ہے اور مسلمان سب سے زیادہ ذلیل ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ﴾ [المجادلة: ٢١]

"اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بیشک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زور آور اور غالب ہے۔"

اور جو شخص اللہ کی عزت اور صفات کی قسم کھائے، وہ صحیح ہے۔

امام راغبؒ نے کہا:

"العزیز وہ ہے جو غالب ہو اور اس پر کوئی غالب نہ ہو۔ اللہ کی عزت دائمی اور باقی رہنے والی ہے، یہی حقیقی اور قابلِ تعریف عزت ہے[1]۔"

صفتِ عزت ان صفات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ بندوں کے لیے بھی ہوتی ہے۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ جب کسی صفت کی نسبت اللہ کی طرف ہو تب وہ خالق کی صفت ذاتی ہوتی ہے۔ جب اس صفت کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تب وہ اللہ کی مخلوق ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ﴾ [آل عمران: ٢٦]

---

[1] فتح الباری: ۱۴/ ۳۱۵

”تو ہی جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔“

اسے قرآن کی صفت کے طور پر بھی بیان کیا گیا ہے:

﴿وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝۴۱﴾ [فصلت: ٤١]

”حالانکہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔“

یعنی یہ کتاب اپنے دلائل کے اعتبار سے سب پر غالب آنے والی ہے۔

عزت اللہ تعالیٰ کا لباس ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعِزَّةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا أَلْقَيْتُهُ فِي النَّارَ[1].

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تکبر میری اوپر والی اور عزت میری نیچے والی چادر ہے۔ جس نے ان میں سے کسی کو کھینچنے کی کوشش کی، میں اسے آگ میں ڈال دوں گا۔“

لفظِ عزت میں دو معانی پائے جاتے ہیں اور وہ دونوں اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ایک عزت، دوسرا پیار، جیسے ہم کہتے ہیں یہ شخص مجھے بہت عزیز ہے یا یہ میرا عزیز ہے۔ عام طور پر جس سے محبت ہوتی ہے وہ محب پر غالب آجاتا ہے جیسے خاوند کو اپنی بیوی سے بہت پیار ہو تو وہ خاوند پر غالب آجاتی ہے۔ لہٰذا عزیز کے معنیٰ میں محبت اور غلبہ دونوں چیزیں بیک وقت شامل ہوتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنی امت کی سفارش کرتے ہوئے کہیں گے:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۱۸﴾ [المائدة: ١١٨]

”اگر تو انہیں سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو بلاشبہ تو غالب حکمت والا ہے۔“

یہاں اللہ کا لقب عزیز ہے، اس لیے یہاں عزیز سے مراد یہ ہے کہ تُو محبت کرنے والا بھی ہے اور غالب بھی

---

[1] مسند الحميدي (٢/ ٢٨٥):١١٨٣

ہے، تجھے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔

امام بخاری دوسری دلیل کے طور پر سورۃ الصافات کی آیت لے کر آئے ہیں:

﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ [الصافات: ۱۸۰]

”تیرا رب عزت کا مالک ہر عیب سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔“

اللہ کو ماننے والے بھی عزت والے ہیں

عزت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، تو جو لوگ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں یعنی اہل ایمان تو بھی عزت والے ہیں، اس کے علاوہ کوئی عزت دار نہیں ہے۔

مدینہ میں رہنے والے منافقین نے اپنی دولت اور دنیوی مقام و مرتبہ کے سبب خود کو صاحب عزت اور مسلمانوں کو ذلیل سمجھا اور ان کو مدینہ سے نکالنے کی پلاننگ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا:

﴿ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [المنافقون: ۸]

”کہتے ہیں: اگر ہم مدینہ واپس گئے تو وہاں کا عزیز تر آدمی (منافق)، ذلیل تر آدمی (رسول اللہ ﷺ / مومنوں) کو نکال باہر کرے گا، حالانکہ تمام تر عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لیے ہے لیکن منافق یہ بات جانتے نہیں۔“

﴿ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ [النساء: ۱۳۹]

”جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں تو کیا یہ لوگ کافروں کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ عزت تو سب اللہ ہی کے لیے ہے۔“

جب عزت کا مالک اللہ ہے اور رسول اللہ ﷺ اور مومن بھی عزت والے ہیں کہ وہ عزت کے مالک سے جڑے ہوئے ہیں۔ جو اللہ کی ذات اور اس کے دین سے کٹ جائے گا، وہ ہر گز معزز نہیں ہو سکتا۔

عزت کی مذموم قسم

بعض اوقات 'عزت' کو حمیت اور انانیت کے معنیٰ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے، خصوصاً جب 'عزت' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں استعمال ہو، یعنی کوئی شخص اپنی دنیوی مقام و مرتبہ کی وجہ سے اللہ کے احکام ماننے سے انکار کر دے تو وہ عزت قابل مذمت ہے، اس صفت سے کافر و فاسق بھی متصف ہوتے ہیں، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ ﴾

[البقرة: ٢٠٤ - ٢٠٦]

"اور لوگوں میں سے کوئی تو ایسا ہے جس کی بات آپ کو دنیا کی زندگی میں بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنی نیک نیتی پر اللہ کو گواہ بھی بناتا ہے حالانکہ وہ کج بحث قسم کا جھگڑالو ہوتا ہے اور جب وہ (ایسی چکنی چپڑی باتیں کرنے کے بعد) لوٹتا ہے تو عملاً اس کی ساری تگ و دو یہ ہوتی ہے کہ زمین میں فساد مچائے اور کھیتی اور نسل (انسانی) کو تباہ کرے حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کی عزت اسے گناہ پر جما دیتی ہے۔ ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔"

مزید فرمایا:

﴿ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ ﴾

[الدخان: ٤٨، ٤٩]

"پھر کھولتے پانی کا عذاب اس کے سر پر اوپر سے انڈیل دو۔ (پھر اسے کہا جائے گا کہ اب سزا) چکھ، تو بڑا معزز اور شریف بنتا تھا۔"

اللہ کی عزت کی قسم اٹھانا

امام بخاری باب قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(وَمَنْ حَلَفَ بِعِزَّةِ اللهِ وَصِفَاتِهِ)

"اور جو شخص اللہ کی عزت اور اس کی دوسری صفات کی قسم کھائے (تو وہ قسم منعقد ہو جائے گی)۔"

اس سے مراد یہ بتانا ہے کہ عزت اللہ کی صفت ہے اور غیر مخلوق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات ہی کی قسم اٹھائی جاسکتی ہے۔ کسی مخلوق کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، وَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ»[1].

"اپنے آباواجداد کی قسم نہ اٹھایا کرو، جس نے قسم اٹھانی ہو وہ صرف اللہ کی قسم اٹھائے۔"

حافظ ابن حجر نے لکھا:

"امام ابن بطالؒ نے کہا: العزیز میں 'عزت' شامل ہے، اور 'عزت' ممکن ہے کہ ذاتی صفت ہو، جیسے قدرت اور عظمت یا فعلی صفت ہو جیسے مخلوقات پر قہر و غلبہ۔ اسی لیے 'عزت' کی نسبت اللہ کی طرف درست ہے۔ لیکن جو شخص اللہ کی عزت (بطور ذاتی صفت) کی قسم کھاتا ہے، اس کی قسم منعقد ہو جاتی ہے اور جو اللہ کی عزت (بطور فعلی صفت) کی قسم کھاتا ہے، اس کی قسم نہیں مانی جائے گی، بلکہ ایسی قسم کھانا منع ہے، جیسے آسمان کے حق یا زید کے حق کی قسم کھانا منع ہے۔

میں (ابن حجر) کہتا ہوں: "اگر قسم کھانے والا مطلق طور پر کہے تو وہ ذاتی صفت کی طرف لوٹے گی اور قسم منعقد ہو جائے گی، سوائے اس کے کہ وہ کسی دلیل کے ساتھ دوسری مراد لے[2]۔"

معلق احادیث

بہت ساری احادیث میں اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم اٹھائی گئی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عزت اللہ کی صفت ذاتی ہے۔ دلیل کے طور پر امام بخاریؒ نے چار معلق روایات پیش کی ہیں۔ یہ تمام روایات صحیح بخاری ہی میں متصل سند سے مروی ہیں۔ جس کا حوالہ حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔

① وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَقُولُ جَهَنَّمُ: قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ[3].

---

1 صحیح بخاری: ۷۴۰۱

2 فتح الباری: ۱۴/ ۳۱۵

3 صحیح بخاری: ٦٦٦١

"سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "دوزخ کہے گی: بس، بس تیری عزت کی قسم!۔"

④ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الجَنَّةِ وَالنَّارِ، آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا الجَنَّةَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ، لاَ وَعِزَّتِكَ لاَ أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا [1].

"سیدنا ابو ہریرہ ؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: "جنت اور دوزخ کے درمیان ایک آدمی باقی رہ جائے گا جو سب سے آخر میں جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو گا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میرا چہرہ دوزخ سے دوسری طرف کر دے۔ مجھے تیری عزت کی قسم! اس کے علاوہ تجھ سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔"

یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے، جس میں سب سے آخر میں جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہونے والے شخص کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ اس میں اللہ کی عزت کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ مزید واؤ قسمیہ سے پہلے جو 'لا' ہے، یہ قسم کی تاکید کے لیے ہے۔

⑤ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: لَكَ ذَلِكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ [2].

"سیدنا ابو سعید خدری ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تیرے لیے جنت کا یہ مقام اور اس سے دس گنا مزید ہے۔"

اس روایت کے ٹکڑے میں عزت کی قسم اٹھانے کا ذکر نہیں ہے، دراصل اس روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت والا مضمون ہی بیان ہوا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جنتی کو اس کی خواہش سے ڈبل اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں دس گنا زیادہ نعمتیں دی جائیں گی۔ اس طرح امام بخاری ؒ نے عزت کی قسم کھانے والے مسئلہ پر بھی اس سے استدلال کر لیا، اور فرق بھی واضح کر دیا ہے۔

---

۱ صحیح بخاری: ۶۵۷۳

۲ صحیح بخاری: ۶۵۷۴

④ وَقَالَ أَيُّوبُ: «وَعِزَّتِكَ لاَ غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ»[1] . [صحيح البخاري :٧٤٩٣]

"ایوب علیہ السلام نے کہا: اے اللہ! تیری عزت کی قسم! میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہوں۔"

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی دعا کے نتیجے میں صحت دی، پھر مال سے سرفراز کرنے کے لیے ان پر آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسائیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام سونے کی ٹڈیاں اپنی چادر میں جمع کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے ایوب! کیا یہ کافی نہیں ہے؟۔ تو عرض کی:

"اے اللہ! تیری عزت کی قسم! میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہوں۔"

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم اٹھانا سابقہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔

مذکورہ بالا روایات میں اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم اٹھائی گئی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے۔

٧٣٨٣ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَارِثِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ المُعَلِّمُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَقُولُ: «أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ، الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الَّذِي لاَ يَمُوتُ، وَالجِنُّ وَالإِنْسُ يَمُوتُونَ»

"ہمیں ابو معمر نے بیان کیا، کہ ہمیں عبد الوارث نے بیان کیا، کہ ہمیں حسین المعلم نے بیان کیا کہ مجھے عبد اللہ بن بریدہ نے، یحیٰ بن یعمر سے بیان کیا، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے: "تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ایسی ذات ہے جسے موت نہیں جبکہ تمام جن وانس فنا ہو جائیں گے۔"

شرح الحدیث

یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذکار سے متعلق مفصل روایت کا ایک حصہ ہے۔ یہاں اس روایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عزت کے ذریعے تعوذ اور پناہ پکڑی جو اس بات کی دلیل

---

1 صحیح بخاری: ۷۴۹۳

ہے کہ عزت اللہ کی صفت ذاتی ہے اور صفت ذاتی دراصل ذات کا حصہ ہوتی ہے، کیونکہ مخلوق سے استعاذہ جائز نہیں ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے استعانت اور استعاذہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

٧٣٨٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لاَ يَزَالُ يُلْقَى فِي النَّارِ»
وقَالَ لِي خَلِيفَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، ح
وَعَنْ مُعْتَمِرٍ سَمِعْتُ أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ''لاَ يَزَالُ يُلْقَى فِيهَا وَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ، حَتَّى يَضَعَ فِيهَا رَبُّ العَالَمِينَ قَدَمَهُ، فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ، ثُمَّ تَقُولُ: قَدْ، قَدْ، بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ، وَلاَ تَزَالُ الجَنَّةُ تَفْضُلُ، حَتَّى يُنْشِئَ اللهُ لَهَا خَلْقًا، فَيُسْكِنَهُمْ فَضْلَ الجَنَّةِ .

"ہمیں عبد اللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، کہ ہمیں حرمی بن عمارہ نے بیان کیا، کہ ہمیں شعبہ نے، قتادہ سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو مسلسل دوزخ میں ڈالا جاتا رہے گا۔

(دوسری سند) اور مجھے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا، کہ ہمیں یزید بن زریع نے بیان کیا، کہ سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے روایت کی، انہوں نے انسؓ سے۔

(تیسری سند) اور خلیفہ بن خیاط نے معتمر بن سلیمان سے روایت کیا، کہ میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے انسؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں کو برابر دوزخ میں ڈالا جاتا رہے گا اور وہ کہتی رہے گی کیا مزید ہیں؟۔ یہاں تک کہ رب العالمین اس میں اپنا قدم رکھ دے گا تو اس کا ایک حصہ دوسرے حصے سے سمٹ جائے گا اور اس وقت وہ کہے گی کہ بس بس، تیری عزت کی قسم اور تیرے کرم کی قسم!۔ اسی طرح جنت میں جگہ باقی رہ جائے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کر دے گا اور انہیں جنت کے بقیہ حصے میں آباد کیا جائے گا۔"

لطائف الاسناد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دراصل تیسری سند کے ساتھ حدیث لانا چاہتے تھے، کیونکہ وہ عالی بلکہ ثلاثی ہے، یعنی امام

بخاری اور صحابی کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ لیکن اس میں جہنم کا لفظ نہیں تھا، جس کے متعلق ساری بات ہو رہی ہے جبکہ پہلی سند میں جہنم کا نام ہے۔ اس لیے یہ بتانے کے لیے کہ یہ ساری بحث جہنم سے متعلق ہے پہلی سند لا کر جہنم کا نام ذکر کر دیا۔ تا کہ اگلی بات آسانی سے سمجھ آجائے۔

شرح الحدیث

اس باب میں یہ روایت لانے کا مقصد یہ ہے کہ عزت اللہ کی صفت ہے اور اس کی قسم اٹھانا جائز ہے، لیکن اس کے علاوہ مذکورہ حدیث سے جہنم کی وسعت اور ہولناکی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جہنم کے حجم اور عظمت کا انداز اس روایت سے بھی ہوتا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا»[1].

"عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن میدان حشر میں) جہنم کو ستر ہزار لگامیں ڈال کر لایا جائے گا اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔"

ستر ہزار لگاموں کو ستر ہزار فرشتوں سے ضرب دیں تو جہنم کو کھینچ کر لانے والے فرشتوں کی تعداد تین ارب نوے کروڑ بنتی ہے۔ اس سے جہنم کے حجم اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں جہنم میں جانے والوں کی تعداد کا علم ہوتا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ القِيَامَةِ: يَا آدَمُ، يَقُولُ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، فَيُنَادَى بِصَوْتٍ: إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ، قَالَ: يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ – أُرَاهُ قَالَ – تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الحَامِلُ حَمْلَهَا، وَيَشِيبُ الوَلِيدُ، وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى، وَلَكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ[2].

---

1 صحیح مسلم: ۲۸۴۲]
2 صحیح بخاری: ۴۷۴۱

”سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرمائے گا: اے آدم! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ آوازیں دیں گے: بیشک اللہ تعالیٰ تجھے حکم دیتا ہے کہ تم اپنی اولاد میں سے جہنم کے لیے ایک گروہ کو علیحدہ کر دو۔ وہ پوچھیں گے: اے میرے رب! آگ کے گروہ کی تعداد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹) کو جہنم کے لیے علیحدہ کر دو۔ یہ ہولناک خبر سن کر حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔“

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزار میں سے نو سو ننانوے لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا، اس کے باوجود جہنم نہیں بھرے گی اور مسلسل ﴿هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ کا مطالبہ کرے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم مبارک رکھیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد اس میں سوئی ڈالنے کی بھی جگہ نہ بچے گی۔

زیر بحث حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عزت کے ذریعے تعوذ اور پناہ پکڑی جو اس بات کی دلیل ہے کہ عزت اللہ کی صفت ذاتی ہے۔ صفت ذاتی اصل میں ذات کا حصہ ہوتی ہے، صفت ذاتی کی قسم اٹھانا گویا ذات کی قسم اٹھانا ہے اسی لیے جائز ہے۔ جبکہ اللہ کی صفت فعلی یا بندوں کی صفت ہو تو اس کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس وقت وہ اللہ کی ذات کا حصہ نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کی مخلوق ہوتی ہے اور مخلوق کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ کی عزت کے ساتھ تعوذ کرنا یعنی اس کی پناہ مانگنا بھی جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قدم سے مراد کیا ہے؟

مذکورہ حدیث سے اللہ تعالیٰ کے قدم کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قدم (پاؤں) سے مراد کیا ہے؟۔

متقدمین کے نزدیک قدم میں کوئی تاویل اور تحریف نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قدم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور مخلوق میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ بعض متاخرین نے جب دیکھا کہ بہ ظاہر یہ آیت اور یہ احادیث اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے اور اس کے اعضاء کو مستلزم ہیں تو انہوں نے قدم کی مختلف تاویلیں کیں، پھر تاویل کرنے والے بھی کسی ایک موقف پر متفق نہیں رہ سکے، بلکہ ہر شخص نے اپنے اپنے ذہن کے مطابق مختلف تاویل کی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

① قدم سے مقدم اعمال مراد ہیں۔ یعنی اہل دوزخ جو برے اعمال پہلے کر چکے ہیں ان اعمال کو مجسم کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

② اس سے مراد بعض مخلوق کے قدم ہیں۔

③ ایک مخلوق کا نام قدم ہے، اس مخلوق کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

④ قدم انسان کے اعضاء کے آخر میں ہوتا ہے، پس جو آخری مخلوق دوزخ کی اہل ہو گی، اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

⑤ جن موحدین کو دوزخ سے نکالا جائے گا ان کے بدلہ میں یہود اور نصاریٰ کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور چونکہ وہ موحدین پر مقدم ہیں اس لیے ان کو قدم سے تعبیر فرمایا[1]۔

درست بات یہ ہے کہ قدم سے مراد پاؤں ہی ہے، کیونکہ بعض روایات میں قدم کی بجائے "رجل" کا لفظ بھی آیا ہے [صحیح بخاري: ۴۸۵۰]۔ سلف صالحین کا موقف یہی ہے کہ قرآن و سنت میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اس کے حقیقی معنیٰ میں لیا جائے۔ لہٰذا یہاں پاؤں سے مراد اللہ تعالیٰ کا حقیقی پاؤں ہے، البتہ اس کی کیفیت یا تمثیل بیان نہیں کی جا سکتی۔ حدیث کے ان الفاظ سے بھی یہی معنیٰ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا حقیقی قدم مبارک رکھیں گے: فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ "پاؤں رکھنے سے اس کا ایک حصہ دوسرے حصے سے مل جائے گا"، جس طرح کسی پلاسٹک یا کسی نرم چیز سے بنے برتن میں پاؤں رکھا جائے تو اس کے اوپر والے حصے باہم مل جاتے ہیں۔

کیا پاؤں اللہ کا عضو ہے؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قدم بھی ہمارے قدم کی طرح کا ایک عضو ہو گا۔ ایسا سمجھنا یا کہنا درست نہیں ہے۔ اعضا اور جوارح کا اطلاق انسانی جسم پر ہوتا ہے اس لیے سلف صالحین ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور وجہ وغیرہ کو اللہ کے اعضا اور جوارح کہنے سے پرہیز کرتے تھے۔ اس لیے ہم انہیں اعضا نہیں کہتے۔ اوصاف ذاتیہ کہنا بھی متاخرین کی تعبیر ہے سلف کی نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت بیان کرنا بھی سلف

1 فتح الباري لابن حجر (۸/ ۵۹۶)

کا طریقہ نہیں ہے۔ اس لیے ہم یوں کہتے ہیں کہ اللہ کے لیے دو ہاتھ ہیں (جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے)، اللہ کے لیے چہرہ ہے جیسے اللہ کی ذات کے لائق ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے قدم کا لفظ آیا ہے اور دوسری احادیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے کئی اور الفاظ بھی آئے ہیں، مثلاً وجہ، عین، نفس، شخص، ید، قبضہ اس کے علاوہ "عمری" کا لفظ بھی آیا ہے۔ لیکن ہم اس صفات الٰہیہ میں کلام کرتے ہوئے اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ اللہ کے بارے میں سمع کا ذکر آیا ہے لیکن کان کا ذکر نہیں آیا۔ تو ہم اللہ کے لیے سمع کا لفظ بولتے ہیں کان کا لفظ نہیں بولتے، حالانکہ سننا کان کا فعل ہے۔ محتاط رویہ یہی ہے کہ جو الفاظ وارد ہیں انہی کو استعمال کیا جائے۔ سلف صالحین کا یہی طریقہ ہے وہ کہتے ہیں (و لا تقف ما لیس لک بعلم) تمہیں اللہ کی ذات کے بارے میں جس بات کا علم نہیں ہے وہ بات نہ کرو۔ جب تمہیں اللہ کی صفات کی کیفیات کا علم نہیں ہے تو اپنے پاس سے اس کی تعبیریں نہ کرو۔

وصف نام بھی ہوتا ہے اور کارگزاری بھی، اسے مصدر کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہیں اور فعل کے ساتھ بھی، جیسے (یقبض اللہ الارض) اللہ زمین کے اوپر اپنا قبضہ ڈالے گا۔ یہاں یقبض بطور وصف استعمال کیا گیا ہے۔

جنت اور جہنم کیسے مکمل آباد کی جائیں گی؟

(وَلاَ تَزَالُ الجَنَّةُ تَفْضُلُ ، حَتَّى يُنْشِئَ اللهُ لَهَا خَلْقًا، فَيُسْكِنُهُمْ فَضْلَ الجَنَّةِ)

"اور (اسی طرح) جنت میں جگہ باقی رہ جائے گی، یہاں تک کہ اللہ اس کے لیے ایک مخلوق پیدا کرے گا اور اسے جنت کے باقی حصے میں رکھا جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم دونوں کے آباد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن دونوں میں اتنی وسعت ہے کہ جن وانس کے ہزار میں سے نو سو ننانوے افراد کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور جنت میں سب سے ادنیٰ جنتی کو دنیا سے دس گنا زیادہ جگہ دی جائے گی، اس کے باوجود وہ دونوں نہیں بھریں گی۔ تب اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا قدم ڈالے گا تو وہ سکڑ جائے گی، اس طرح وہ بھر جائے گی، جبکہ جنت کو نئی مخلوق پیدا کر کے بھرا جائے گا۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ جہنم اللہ کے غصہ اور عذاب کا مظہر جبکہ جنت اللہ کی رحمت کا نشان ہے۔ لہٰذا کسی بھی شخص کو گناہ کے بغیر عذاب میں نہیں ڈالا جائے گا، لیکن اپنا فضل و رحمت بلا وجہ بھی کسی پر کیا جا سکتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جہنم کو بھرنے کے لیے نئی مخلوق پیدا کی جائے گی [صحیح البخاري:۷۴۴۹]، لیکن صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جہنم کو اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں رکھ کر اور جنت کو نئی مخلوق پیدا کر کے بھرا جائے گا۔

قط اور قد کے معنیٰ میں فرق

معلق روایت میں لفظ قَطْ اور مسند روایت میں لفظ قَدْ استعمال ہوا ہے، یہ دونوں الفاظ معنی کے اعتبار سے ایک ہیں، جیسے عربی میں لفظ بکس اور مکس کا ایک ہی معنیٰ ہے بلکہ اسی لفظ اور اسی معنی میں انگریزی کا لفظ ٹیکس ہے۔ یہ زبان کے مختلف استعمالات ہوتے ہیں۔

فوائد:

① عزت اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔
② عزت کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو ماننے والے مومن بھی عزت والے ہیں۔
③ لہٰذا کوئی عزت چاہتا ہے تو اسے اللہ ہی سے مانگنی چاہیے۔
④ کافر عزت سے خالی ہیں اور جو شخص ذاتی عزت کا دعویٰ کرے یا اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں اپنی عزت کو استعمال کرے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔
⑤ عزت اللہ کی صفت ذاتی ہے، اس لیے اس کی قسم اٹھائی جاسکتی ہے اور اس سے تعوذ بھی لیا جاسکتا ہے۔
⑥ قدم بھی اللہ پاک کی صفت ہے۔ البتہ قدم، وجہ، عین وغیرہ کو اعضاء وجوارح سے تعبیر کرنا بدعت ہے۔
⑦ جہنم کے بھرنے کے لیے اللہ رب العزت اپنا قدم مبارک رکھیں گے۔
⑧ جہنم سے مومن اپنے اپنے گناہوں کی سزا پوری کرنے کے بعد نکال کر جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔
⑨ سب سے آخر میں جہنم سے نکالے اور جنت میں داخل کیے جانے والے مومن کو دنیا سے دس گنا بڑی جنت دی جائے گی۔
⑩ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو بھرنے کا وعدہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا قدم مبارک رکھیں گے، جس سے وہ بھر جائے گی اور جنت کو نئی مخلوق پیدا کر کے بھرا جائے گا۔

مولانا اصلاحی اور اجماع امت کا انکار

پروفیسر مولانا محمد رفیق

پروفیسر مولانا محمد رفیق حفظہ اللہ ایک عظیم عالم دین، محقق، مصنف، مترجم قرآن، عظیم نقاد، مضمون نگار علمی ادبی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ جاوید غامدی کی گمراہیوں سے اگاہ کرنے کے لیے سب سے پہلے موصوف نے ہی قلم اٹھایا بیس سال قبل یہ مضامین مسلسل محدث میں نشر ہوتے رہے ہیں بہت سارے لوگ انہی مضامین کی وساطت سے غامدی صاحب کے گمراہانہ خیالات سے واقف ہوئے اور کئی ایک نے اپنے نظریات کی اصلاح بھی کی۔ بعد ازاں ان مضامین کو مکتبہ قرانیات لاہور نے کتابی شکل میں بھی پرنٹ کیا جسے علمی حلقوں میں قبول عام حاصل ہوا۔ اب پروفیسر مولانا رفیق صاحب نے غامدی صاحب کے استاذ مولانا امین احسن اصلاحی کے خیالات، نظریات اور تفردات پر قلم اٹھایا ہے، جس میں انہوں نے "تدبر قرآن" کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے، یہ مضمون کافی طویل ہے لہذا اقسط وار محدث کے صفحات پر پیش کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ) اس میں عام طور پر درج ذیل موضوعات پر گفتگو ہو گی: مولانا امین اصلاحی کی طرف سے قراءات کا انکار، حدیث سے ثابت شدہ آیات کے شان نزول کا انکار، حدیث سے نسخ کا انکار، امت کے متفقہ اصول تفسیر سے انحراف، انکار حدیث، حدیث سے اعراض و اغماض، معجزات کا انکار، ترجمے میں غلطیاں، تفسیر کی غلطیاں، دینی اصطلاحات میں تغیر و تبدل، تفسیر بالرائے، حماقتیں جیسے عنوانات کے علاوہ قارئین محدث کو بہت کچھ پڑھنے کو ملے گا۔ اس تسلسل کا پہلا مضمون پیش خدمت ہے۔ [ادارہ محدث]

صاحبِ "تدبر قرآن" اجماع کی قطعی دلیل کے بھی منکر ہیں۔ وہ ایسے بہت سے شرعی احکام و مسائل کا انکار کرتے ہیں جو کہ اجماعِ امت سے ثابت شدہ ہیں، ہم ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کریں گے:

① اس امر پر اجماع امت ہے کہ اگر عورت نے طلاق کے بعد عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور اس مرد نے اس سے جماع بھی کر لیا تو اب عدت گزارنے کے بعد وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن اگر ایسی عورت سے اس کے دوسرے شوہر نے جماع نہیں کیا تو وہ ازروئے سنت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی[1]۔ مگر صاحب تدبر قرآن ایسی عورت سے دوسرے شوہر کی

1 ملاحظہ فرمائیں: حدیث رفاعہ قرظی، صحیح بخاری: ۲۶۳۹، صحیح مسلم ۳۵۲۶

مباشرت ہونے کی شرط کو نہیں مانتے اور محض اس کے نکاح ثانی ہی کو کافی قرار دیتے ہیں جس کے بعد طلاق واقع ہوئی ہو یا عورت بیوہ ہو گئی ہو۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"رہی یہ بات کہ ایسی عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے صرف اس صورت میں جائز ہو گی جب اس کا دوسرا شوہر اس کو وطی کے بعد طلاق دے تو کم از کم اس وطی کے لیے قرآن سے کوئی ثبوت نہیں نکلتا۔ ہمارے نزدیک حدیث سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ بھی نہایت کمزور ہے[1]۔"

اس طرح انہوں نے بیک وقت اجماع امت اور حدیث و سنت دونوں کا انکار کیا ہے۔

④ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ کسی مسلمان کو جہنم کا دائمی عذاب نہ ہو گا بلکہ اگر وہ دوزخ میں ڈالا بھی گیا تو اپنی سزا پانے کے بعد آخر کار وہ جنت میں داخل ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾ [النساء: ٤/ ١١٦]

"بے شک اللہ اس چیز کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، اس کے سوا جس (گناہ) کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا۔"

اور صحیحین کی ایک حدیث سے بھی ثابت ہے کی صاحبِ ایمان کو دوزخ میں ہمیشہ کا عذاب نہ ہو گا بلکہ سزا پانے کے بعد آخر کار وہ جنت میں جائے گا خواہ اس کا ایمان ایک رائی کے دانے کے برابر ہو گا[2]۔

مگر صاحب "تدبر قرآن" کا دعویٰ ہے کہ کسی مسلمان کو عمداً قتل کرنے والے مسلمان قاتل کو جہنم کا وہی ہمیشہ کا ابدی عذاب ہو گا جو کفار کے لیے مقرر ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"قتل خطا کے احکام بیان کرنے کے بعد قتل عمد کے بارے میں فرمایا کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو عمداً قتل کرے گا اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے عذاب دردناک خدا نے تیار کر رکھا ہے۔"

"یہاں قتلِ عمد کے جرم کی جو سزا بیان ہوئی ہے وہ بعینہ وہی سزا ہے جو کٹر کافروں کے لیے قرآن میں

1 تدبر قرآن، ج۱، ص۵۳۸
2 بخاری ٦٥٦٠، مسلم ۴۵۷

بیان ہوئی ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر ہر مسلمان کا دل لرز اٹھتا ہے[1]۔"

حالانکہ یہ صرف فرقہ ضالہ خوارج کا عقیدہ تھا کہ وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب مسلمان کی تکفیر کر کے اس کے لیے جہنم کا دائمی عذاب مانتے تھے۔ جبکہ اس امر پر اجماع امت ہے کہ کسی مسلمان کے لیے خواہ وہ کتنا ہی بڑا گنہگار اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو، اسے جہنم کا دائمی عذاب نہ ہو گا۔

③ اس بات پر اجماع امت ہے کہ اسلامی شریعت میں ازروئے سنت مرتد کے لیے سزائے قتل کا حکم ہے۔ مگر صاحب تدبر قرآن صرف ایسے مرتد کے لیے قتل کی سزا کو مانتے ہیں جو ارتداد کے علاوہ بغاوت کے جرم کا مرتکب بھی ہو۔ اس طرح وہ عام قسم کے مرتد کو واجب القتل نہیں مانتے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ارتداد بھی اسی زمرے کا ایک جرم بلکہ بہت بڑا جرم ہے۔ اور اس پر جو سزا ایک اسلامی نظام میں دی جاتی ہے وہ اس بات پر نہیں دی جاتی کہ ایک شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے بلکہ اس پر دی جاتی ہے کہ اس نے خدا کی حکومت اور اس کے قانون کے خلاف علَم بغاوت بلند کیا ہے[2]۔"

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں رہتے ہوئے ایک یہودی سے غلہ ادھار لینے کے عوض اپنی لوہے کی ایک زرہ بطور رہن رکھوائی تھی[3]۔ صحیحین کی اس متفق علیہ حدیث کی بنیاد پر یہ اجماع امت ہے کہ انسان سفر و حضر دونوں حالتوں میں رہن کے عوض کوئی لین دین کر سکتا ہے۔ مگر صاحب تدبر قرآن صرف سفر کی حالت میں رہن کے معاملے کو جائز مانتے ہیں اور مقیم شخص کے لیے رہن رکھ کر لین دین کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"رہی حدیث تو اس سے بھی رہن کے عام جواز پر استدلال کسی طرح صحیح نہیں ہے[4]۔"

اس طرح صاحب تدبر قرآن نے نہ تو صحیح حدیث سے فقہائے اسلام کے استدلال کو درست مانا ہے اور امت کے اجماع کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔

④ اسلامی شریعت میں شادی شدہ زانی کے لیے حدِ رجم یعنی سنگساری کی سزا ہے جو کہ سنت اور اجماع امت

---

۱ تدبر قرآن، ج ۲، ص ۶۳۱

۲ تدبر قرآن، ج ۱، ص ۵۹۳-۵۹۴

۳ ملاحظہ فرمائیں: بخاری ۲۰۶۸، مسلم ۴۱۱۵، نسائی ۴۶۰۹، ترمذی ۱۲۱۴

۴ تدبر قرآن، ج ۱، ص ۶۴۴

سے ثابت ہے۔ مگر صاحب تدبر قرآن سنت اور اجماع امت کے برعکس شادی شدہ زانی کے لیے اس شرعی حد کو نہیں مانتے، بلکہ وہ کنوارے اور شادی شدہ دونوں قسم کے زانیوں کے لیے سو(۱۰۰) کوڑوں کی ایک ہی قرآنی سزا کو مانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"شادی شدہ زانی کی اصل سزا تازیانہ ہے[۱]۔"

⑤ اس امر پر بھی امت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ اسلامی شریعت کی رو سے صرف جنات اور انسان ہی مکلف مخلوق ہیں اور یہ دونوں ہی آخرت میں اپنے اعمال کے لیے مسئول اور جوابدہ ہیں۔ مگر صاحب تدبر قرآن فرشتوں کو بھی مکلف مخلوق مانتے ہیں جو کہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید نے مکلف مخلوقات کی حیثیت سے تین مخلوقات کا ذکر کیا ہے۔ فرشتے، جنات اور بنی آدم[۲]۔"

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ قرآن نے ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ﴾ [سورہ الانعام ۶/ ۱۳۰، سورہ الرحمٰن ،۵۵/ ۳۳] "اے جنات اور انسانوں کے گروہ" کہہ کر صرف جنوں اور انسانوں کو شرعی احکام کا مکلف ٹھہرایا ہے اور قرآن میں کہیں بھی فرشتوں کو ایک مکلف مخلوق کے طور پر بیان نہیں کیا گیا۔

⑥ اس امر پر بھی امتِ مسلمہ کا اجماع واتفاق ہے کہ "سنت" کی اصطلاح سے مراد رسول اللہ ﷺ کا قول، فعل اور تقریر ہے۔ مگر صاحبِ تدبرِ قرآن سنت کی اس اصطلاحی تعریف کو نہیں مانتے اور سنت کی درج ذیل تعریف خود ساختہ کرتے ہیں:

"سنت کی بنیاد احادیث پر نہیں ہے جن میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا بلکہ امت کے عملی تواتر پر ہے۔ جس طرح قرآن قولی تواتر سے ثابت ہے اسی طرح سنت، امت کے عملی تواتر سے ثابت ہے[۳]۔"

اس طرح مولانا اصلاحی سنت کی تعریف میں محض امت عملی تواتر کو شامل کرکے اسے "وحی الٰہی"

---

۱ تدبر قرآن، ج۵، ص ۳۷۴

۲ تدبر قرآن، ج۱، ص ۱۶۵

۳ مولانا اصلاحی، مبادئ تدبرِ حدیث، ص ۲۸

سے خارج کر دیتے ہیں، کیونکہ وحی تو رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد منقطع ہو چکی اور اجماع امت کو 'تواتر' کی من گھڑت اصطلاح کے نام سے بیان کرنا فنی طور پر بالکل غلط ہے بلکہ حقیقت میں تواتر کی اصطلاح خواہ قرآن ہو یا حدیث ہو، ''خبر'' کے حوالے سے استعمال ہوتی ہے۔

⑦ اس امر پر بھی اجماع امت ہے کہ قرآن مجید کی ایک سے زیادہ قراءتیں ثابت ہیں اور اس کو سبعہ اور عشرہ متواتر قراءات کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر صاحب تدبر قرآن اس مسلمہ اجماعی امر کا انکار کرتے ہوئے قرآن کی صرف ایک ہی قراءت (قراءت حفص) کو درست مانتے ہیں اور باقی تمام متواتر قراءتوں کے منکر ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جابجا لکھا ہے کہ:

(ا) ''ہمارے نزدیک متواتر اور مشہور قراءت صرف مصحف ہی کی قراءت ہے اور ہم غیر متواتر قراءت پر قرآن کی کسی آیت کی تاویل کو صحیح نہیں سمجھتے[1]۔''

(ب) ''متواتر قراءت کا درجہ تو صرف اسی قراءت کا حاصل ہے جس پر مصحف، جو تمام امت کے ہاتھوں میں ہے، ضبط ہوا ہے۔ اس قراءت کے سوا دوسری قراءتیں ظاہر ہے کہ غیر متواتر اور شاذ کے درجے میں ہوں گی جن کو متواتر قراءت کی موجودگی میں کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی[2]۔''

(ج) ''قراءتوں کا اختلاف بھی اس تفسیر میں دور کر دیا گیا ہے۔ معروف اور متواتر قراءت وہی ہے جس پر یہ مصحف ضبط ہوا ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے[3]۔''

واضح رہے کہ اہل علم کے نزدیک اجماع امت کا انکار گمراہی ہے اور بعض نے اسے کفر قرار دیا ہے۔

⑧ سورہ الفاتحہ کے بارے میں اجماع امت ہے کہ اس کی سات آیات ہیں۔ اس اجماع کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴾ [الحجر: ۱۵/ ۸۷]

''اور ہم نے آپ ﷺ کو سات دہرائی جانے والی آیتیں عطا کی ہیں جو کہ قرآن عظیم کا حصہ ہے۔''

اسی آیت کی تفسیر درج ذیل حدیث کر دیتی ہے:

---

۱ تدبر قرآن، ج۵، ص۹۹

۲ تدبر قرآن، ج۸، ص۴۸۱

۳ دیباچہ تدبر قرآن، ج۸، ص۸

"سیدنا ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلائیں تو جواب دیا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی عظیم سورت سکھاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا۔ پھر جب ہم مسجد سے باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے قرآن کی عظیم سورت سکھائیں گے؟ فرمایا:

الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ.

"سورہ الفاتحہ ہی وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا[1]۔"

اس طرح صحیح احادیث کی نص سے ثابت ہے کہ سبع مثانی سے مراد سورہ الفاتحہ ہے۔ یہی بات حافظ ابن کثیر نے اپنی مشہور تفسیر میں [سورہ الحجر ۱۵/۸۷] کی تفسیر کرتے ہوئے صحیح احادیث کا حوالہ دینے کے بعد لکھی ہے کہ:

فهذا نَصٌّ فِي أَنَّ الفَاتِحَةَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ[2].

"یہ احادیث اس بارے میں نص ہیں کہ سورہ فاتحہ ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔"

بہر حال سورہ الفاتحہ کی یہ سات آیتیں یا تو "بسم الله الرحمٰن الرحیم" کو ساتھ شامل کرنے سے پوری ہو جاتی ہے جیسا کہ مکہ اور کوفہ کے قراء فقہاء اور امام شافعی کی رائے ہے اور بعض کے نزدیک ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ دو آیتیں ہیں۔ جیسا کہ مدینہ، بصرہ اور شام کے قراء وفقہاء کا مذہب ہے اور اسی لیے ہمارے ہاں کے مطبوعہ مصحف میں ان دونوں کے درمیان (۵) لکھا ہوتا ہے، مگر صاحب تدبر قرآن "سورہ الحجر ۱۵/۸۷ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سبع مثانی سے سورہ الفاتحہ مراد نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"سورہ الفاتحہ کی آیتیں سات اسی صورت میں بنتی ہیں جب بسم اللہ کو بھی اس کا ایک جزو تسلیم کیا

---

۱ صحیح بخاری ۵۰۰۶، ترمذی ۲۸۷۵، نسائی ۹۱۳

۲ تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر سورۃ الحجر ۱۵/۸۷

جائے۔ بسم اللہ کا جزو فاتحہ ہونا ایک امر نزاعی ہے اور قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ بسم اللہ اس سورہ کے آغاز میں بھی اسی طرح ہے جس طرح دوسری سورتوں کے آغاز میں ہے۔ اس کے فاتحہ کے ایک جزو ہونے کی کوئی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آئی[1]۔"

اس کے علاوہ وہ اپنے حق میں یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ "مثانی" کے معنی بار بار دہرائی جانے والی چیز کے نہیں ہیں بلکہ اس چیز کے ہیں جو دو دو کر کے ہو۔ حالانکہ ان کی یہ بات عربیت کے خلاف ہے جس کی وضاحت ہم دوسرے مضمون میں کریں گے۔

مفسرین کا اتفاق اور اجماع امت ہے کہ سبع مثانی سے سورہ الفاتحہ مراد ہے۔ جبکہ صاحب تدبر قرآن اس بات کے منکر ہیں کہ سبع مثانی سے سورہ الفاتحہ مراد ہے اور سبع مثانی سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی تمام سورتیں جوڑا جوڑا ہیں۔ اس طرح وہ ایک ایسے امر کا انکار کرتے ہیں جو کہ اجماع سے ثابت ہے۔

⑨ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہے کہ حج ذوالحجہ کے مقررہ دنوں ہی میں ادا ہو سکتا ہے جب کہ عمرہ سال کے ہر حصے میں کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جیسا کہ قرآن مجید نے صرف حج کے لیے وقت مقررہ کی بات کی ہے، فرمایا:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾

[سورۃ البقرہ ۲/ ۱۹۷]

"حج کے متعین مہینے ہیں تو جو کوئی ان میں حج کا عزم کر لے تو پھر اس کے لیے حج تک نہ شہوت کی کوئی بات کرنی ہے، نہ فسق و فجور کی، نہ لڑائی جھگڑے کی۔"

مگر تفسیر تدبرِ قرآن کے مصنف لکھتے ہیں:

"موقع دلیل ہے کہ حج کا لفظ یہاں حجِ اکبر اور حجِ اصغر یعنی حج اور عمرہ دونوں ہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ سے مقصود ایام معدودات، کی طرح ان کے معین و محدود ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ کچھ ایسی غیر محدود و غیر معین مدت نہیں ہے کہ حج یا عمرہ کی نیت کرنے والا ان کی پابندیوں کے تصور سے گھبرا اٹھے۔ بس چند معلوم و متعین مہینے ہیں تو جو شخص ان میں حج یا عمرہ کا عزم

۱ تدبر قرآن، ج۴، ص۳۷۷

کرے وہ ان کی پابندیوں کو نباہنے اور شہوت ونافرمانی اور لڑائی جھگڑے سے بچنے اور زیادہ سے زیادہ نیکی اور تقویٰ کی کمائی کرنے کی کوشش کرے[1]۔"

دیکھ لیجیے موصوف نے اول تو آیت کے لفظ 'حج' کو جو اس جگہ دوبار استعمال ہوا ہے، حج اور عمرہ دونوں معنوں میں لے لیا ہے۔ حالانکہ پورے قرآن میں حج کا لفظ کہیں بھی عمرے کے معنوں میں مستعمل نہیں ہوا اور اس سے صرف حج ہی مراد ہوتا ہے۔ عمرہ کے لیے قرآن نے الگ سے لفظ 'عمرہ' استعمال کیا ہے اور وہ قرآن کی صرف ایک ہی آیت میں دوبار آیا ہے۔:

﴿ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾[البقر ۲۰/ ۱۹۶]

اور حج اور عمرے کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ﴾ [البقر ۲۰/ ۱۹۶]

پھر جو کوئی حج سے پہلے عمرہ بھی کرنا چاہے تو جو قربانی کا جانور میسر ہو، اس کی قربانی کرے۔

اسی طرح حج کا لفظ قرآن کی چار سورتوں (البقرہ، آل عمران، التوبہ اور الحج) میں دس (۱۰) مقامات پر آیا ہے اور ہر جگہ اس سے مراد صرف حج ہی ہے عمرہ مراد نہیں ہے۔

دوسرے انہوں نے حج کی طرح عمرے کی ادائیگی کو بھی صرف مقررہ مہینوں یا دنوں کے ساتھ مشروط کر دیا ہے جو کہ بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ حج سال میں صرف ایک بار ذوالحجہ کے مخصوص ومتعین دنوں ہی میں ادا ہو سکتا ہے جب کہ عمرہ سال کے کسی حصے میں بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کے لیے کوئی خاص مہینہ یا دن مقرر نہیں ہیں۔

ہم نے اس مقام پر صرف چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ صاحب تدبر قرآن کے ہاں ان سے بھی زیادہ تعداد میں اجماعی امور اور دینی مسلمات کا انکار پایا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ اجماع امت کا انکار کرنا ضلالت اور گمراہی ہے اور بعض فقہا کے نزدیک اس انکار سے کفر لازم آتا ہے۔

بعض حضرات صاحب تدبر قرآن کی طرف سے اجماع امت کے انکار کو تفردات کا نام دیتے ہیں۔ یہ بھی دجل وفریب ہے کہ اجماع سے انکار کو تفرد کا نام دیا جائے۔ کیونکہ اجماع کا انکار گمراہی ہے جبکہ کسی مسئلے میں تفرد کی گنجائش ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ گمراہی نہیں ہوتا۔

---

۱ تدبر قرآن، ج۱، ص ۴۸۴

مسجد میں نکاح کے معاشی اور معاشرتی فوائد

عبد الرحمن عزیز

معاشرے کی اکائی گھر اور خاندان ہے۔ گھریا خاندان شادی کے پاکیزہ بندھن ہی سے وجود میں آتا ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف انسانی جذبوں کی جائز تکمیل ہوتی ہے، بلکہ نسلِ انسانی کی افزائش کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔ نکاح انسانی زندگی کا اہم ترین بلکہ بنیادی جز ہے، معاشرے اور معاشرتی زندگی کا اسی پر انحصار ہے، جس معاشرے میں نکاح کا طریقہ کار صاف ستھرا اور آسان ہو وہ معاشرہ پاکیزہ ہو گا اور جس معاشرے میں نکاح کا حصول مہنگا اور مشکل ہو جائے تو وہاں جنسی بے راہ روی پیدا ہوتی ہے، بے حیائی اور فحاشی بڑھتی ہے جو معاشرے کے لیے تباہی کا سبب ہے۔

اسلام نے نکاح کے معاملے میں جو اصلاحات کیں، وہ ایک طویل باب ہے جس کا یہ مختصر سا مضمون محتمل نہیں ہے، یہاں پر میں اسلام کی چند ایک ایسی تعلیمات رکھتا ہوں جن سے معلوم ہو گا کہ اسلام میں نکاح کا عمل نہایت آسان ہے:

① اسلام نے رشتہ تلاش کرنے کی بنیاد مال و دولت اور بلند خاندان کی بجائے دینداری کو قرار دیا[1]، کیونکہ مالداروں کا ایک اپنا طرزِ زندگی ہوتا ہے جس میں مال و زر کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جبکہ دیندار لوگ عام طور پر رسومات اور نمائش سے پاک سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

② اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے پر معاشی حالات کو بہتر کرنے کی ضمانت دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ [النور: ٣٢]

"اپنے بے نکاحے لوگوں کے نکاح کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے نیک لوگوں کے بھی، اگر وہ تنگ دست ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی

---

۱ صحیح بخاری: ۵۰۹۰

وسعت والا علم والا ہے۔"

③ آزاد عورت سے نکاح کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو لونڈی خرید کر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ، فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَأَعْتَقَهَا، وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ[1].

"کوئی بھی شخص جس کے پاس لونڈی ہو، تو وہ اس کی بہترین تربیت کرے اور اسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلے تو اسے (ہر عمل کا) ڈبل اجر ملے گا۔"

④ لونڈی خریدنے کی بھی طاقت نہیں تو کسی کی لونڈی سے نکاح کرلے۔[النساء:۲۵]

⑤ تمام رسوم ورواج کو ختم کر کے نکاح کو تین چیزوں میں محدود کر دیا، ایجاب وقبول، گواہ اور مہر۔

⑥ مہر کو جو نمود و نمائش کا ایک ذریعہ بن چکا تھا عورت کی رضامندی سے مشروط کر کے کم سے کم کر دیا۔

⑦ شادی بیاہ میں کم سے کم اخراجات کرنے کی حوصلہ افزائی کی:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ[2].

"عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نکاح بہت بابرکت ہے جس کا بار کم سے کم پڑے۔"

رسول اللہ ﷺ نے نکاح کو اتنا آسان کر دیا کہ ایک شخص کچھ بھی خرچ کیے بغیر گھر بسا سکتا تھا۔ حضرت ربیعہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد المطلبؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے فضلؓ جوان ہوئے تو فطری طور پر باپوں کو ان کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی، دونوں نے پروگرام بنایا کہ بچوں کو صدقات کے شعبے میں نوکری دلا دیں، تنخواہیں آئیں گی تو ان کی شادیوں کا بندوبست کر لیں گے۔ دونوں نے اپنے بیٹوں کو نوکری کی درخواست کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا نوکری کیوں کرنا چاہتے ہو؟ عرض کی کہ والد چاہتے ہیں کہ شادیوں کا بندوبست کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے نوکری دینے کی بجائے دو صحابہ محمیہؓ اور نوفلؓ بن حارث بن عبد المطلب کو بلایا۔ محمیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنی بیٹی کی شادی فضلؓ سے کر دو، نوفل بن

---

1 صحیح بخاری: ۲۵۴۷

2 سنن أبی داود: ۲۱۱۷

حارث رضی اللہ عنہ سے کہا اپنی بیٹی کی شادی عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے کر دو[1]۔

غور کریں کہ باپ گھر میں بیٹھے بیٹوں کی نوکری کی خوشخبری لانے کا انتظار کر رہے اور پلاننگ کر رہے ہیں کہ بیٹے نوکری لگیں گے، پیسے آئیں گے، پیسے جمع کریں گے، پھر بیٹوں کی شادی کریں گے، لیکن بیٹے نوکری کا پیغام لانے کی بجائے بغیر کسی خرچ کے نکاح کر کے بیویاں گھر میں لے آئے، یہ اسلام کی خوبصورت تصویر ہے۔

بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت نے صحابہ کرام کو ایسا بنا دیا تھا کہ وہ اپنی شادی اور نکاح کی تقریبات میں اتنی سادگی اختیار کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شرکت کی زحمت نہیں دیتے تھے، بلکہ اطلاع کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف جو عشرہ مبشرہ اور خاص اصحاب میں شامل ہیں، انہوں نے شادی کی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر تک نہیں دی[2]۔

برصغیر کے مسلمان صدیوں تک ہندوؤں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہندو تہذیب کی بہت ساری چیزیں ان میں بھی در آئی ہیں، ان میں شادی بیاہ کی رسوم بھی ہیں۔ اس کے علاوہ مغل بادشاہوں، شہزادوں، ریاستوں کے راجاؤں اور نوابوں نے اپنی شہرت اور ناموری کے لیے چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بڑی بڑی تقریبات اور جشنوں میں بدل دیا، نت نئے ایونٹس کا انعقاد ہوتا۔ شہزادوں کی ختنہ کی رسم پوری پوری ریاست اور ملک کی سطح پر منائی جاتی تھی۔ حکمرانوں، شہزادوں اور امراء کی جشن نما شادیوں کے اثرات عوام میں بھی آہستہ آہستہ در آئے۔ اسی کا تسلسل ہے کہ آج ہمارے ہاں منگنی پر جشن کا ساماں، شادی کی تاریخ طے کرنے پر قریبی لوگوں کا اجتماع، جس میں کھانے کا بندوبست کیا جاتا ہے، ہر موقعہ پر لڑکے والے لڑکی کو قیمتی گفٹ دیتے ہیں۔ پھر شادی کی تقریبات مثلاً ہلدی کی رسم، مہندی کی رسم، نیوتہ کی رسم، منہ دکھائی کی رسم، منڈھا کی رسم، سہرا، نکاح، بارات۔ پھر بارات کے دن کی رسوم، نکاح کے بعد میٹھائی (بِدھ)، دودھ پلائی، جوتا چھپائی، مکلاوہ سمیت کئی رسومات۔ ہر رسم پر میٹھائی، پیسے، کپڑے جوتے سمیت کئی چیزیں دینی ہوتی ہیں، جس سے عام لوگوں کی زندگیاں مشکل ہو گئیں۔

جو لوگ دین سے زیادہ وابستہ نہیں ان کے ہاں شادی کا ہر کام انجام دینے کے لیے لمبی چوڑی تقریبات ہوتی ہیں جن میں بینڈ باجے، موسیقی، رقص و سرود کا اہتمام، مشہور و معروف فلمی اداکاروں اور گلوکاروں کو دعوت

---

۱ صحیح مسلم: ۱۰۷۲

۲ صحیح بخاری: ۲۰۴۸

دی جاتی ہے۔ ان سے نہ صرف شادی مہنگی ہوتی چلی گئی بلکہ ایک دینی عمل گناہ اور اللہ کی بغاوت کا مرقع بنتا چلا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان رسوم کو پورا کرنے کے لیے مطلوب رقم نہ ہونے کی وجہ سے قوم کی لاکھوں بچیاں نکاح کی عمر سے متجاوز ہو جاتی ہیں لیکن شوہر کی صورت میں ایک محفوظ سائبان سے محروم رہتی ہیں، ان کے والدین کی راتیں زندگی میں بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کرنے کا خواب سراب بنتے دیکھ کر دکھ اور کرب میں گزرتی ہیں۔ مستعار رقم سے ان رسومات کی ادائیگی کر کے بیٹیاں بیاہ دیں تو عمر بھر قرض کے منڈلاتے سائے ان کی زندگی اجیرن کیے رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں شادی ہو تو گناہ اور سرکشی کے سبب گھر رحمت اور برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس تشویشناک صورت حال میں ان رسومات کے سدِباب کے لیے بعض سرکردہ افراد نے گاہ بگاہ آواز بلند کی، بعض جماعتوں نے اس کے خلاف مہم چلائی۔ بعض اوقات حکومتوں نے ان پر کئی قسم کی پابندیاں لگائیں جیسا کہ شہباز شریف حکومت نے پنجاب میں ون ڈش کی پابندی لگائی تھی۔

اسی سلسلے میں ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے بارات، جہیز اور لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے والوں کو کھانے کا اہتمام، پارکوں اور بڑے بڑے شادی ہالز میں تقریبات کے خلاف مہم شروع کی، اسی ضمن میں انہوں نے لوگوں کو مساجد میں نکاح کرنے کی ترغیب دی، اس پر انہوں نے درج ذیل روایت کو بطور دلیل پیش کیا:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ»[1].

"سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو، اسے مساجد میں انجام دو اور (لوگوں میں مشہور کرنے کے لیے) اس پر دف بجاؤ۔"

بعض احباب نے جب دیکھا کہ مذکورہ بالا حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے تو انہوں نے اس عمل کے خلاف مہم شروع کر دی.... آج ہم اسی پر چند گذارشات پیش کرنا چاہتے ہیں:

ضعیف حدیث پر عمل

اس میں شک نہیں کہ کسی عمل کو شریعت قرار دینے کے لیے ضروری ہے اس کی بنیاد کسی صحیح حدیث پر

---

۱ سنن ترمذی:۱۰۸۹

ہو، ضعیف حدیث پر کسی شرعی عمل کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ البتہ ہمارے سامنے کوئی ضعیف حدیث آتی ہے تو اس میں سب سے پہلے تین چیزیں دیکھنا ضروری ہے۔

① حدیث میں مذکور عمل کا شریعت سے تعلق کس نوعیت کا ہے؟

② حدیث میں ضعف کس درجہ کا ہے؟

③ حدیث عمل سے متعلق کس نوعیت کی ہدایت دے رہی ہے؟

اگر حدیث میں موجود عمل کا تعلق عبادت سے ہو تو اس پر اس وقت تک عمل نہیں کیا جائے گا جب تک وہ صحیح حدیث سے ثابت نہ ہو۔ اگر وہ عمل انسانوں کے باہمی معاملات سے تعلق رکھتا ہے تو اس پر عمل کرنا جائز ہو گا بشرطیکہ وہ کسی ثابت شدہ نص کے خلاف نہ ہو۔ اگر حدیث میں مذکور ہدایت کا تعلق کسی عمل کے نظم و نسق سے ہو تو بلاشبہ اس کو قبول کیا جاسکتا ہے، کیونکہ شریعت میں نظم و نسق کا میدان وسیع ہے جب تک کسی ثابت شدہ نص کے خلاف نہ ہو۔ اس کو مصلحت مرسلہ کہتے ہیں۔

اگر حدیث کا ضعف خفیف ہے اور دوسری کسی عام یا خاص حدیث سے اس کا ضعف ختم ہو سکتا ہے یعنی محدثین کی اصطلاح میں وہ روایت حسن لغیرہ بن سکتی ہے تو عام محدثین کے ہاں اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ جمہور اہلِ علم کے نزدیک ضعیف حدیث پر چار شروط کے ساتھ عمل ہو سکتا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

- حدیث کا ضعف اس درجہ کا نہ ہو کہ وہ موضوع (من گھڑت) کی حد تک پہنچ جائے۔
- وہ حدیث کسی دوسری صحیح حدیث یا اصولِ دین سے متصادم نہ ہو۔
- اس کی اصل شریعت میں موجود ہو۔
- جو عمل اس ضعیف حدیث سے ہم مستنبط کر رہے ہیں، اس کی سنّیت کا اعتقاد نہ رکھا جائے، بلکہ جواز یا احتیاط کے پیشِ نظر اس پر عمل کیا جائے۔

تیسرا یہ دیکھا جائے گا کہ حدیث عمل سے متعلق کس نوعیت کی ہدایت دے رہی ہے کیا وہ حدیث اس عمل کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے یا اس کے متعلق کوئی ادب بیان کر رہی ہے یا اس کی فضیلت پر مشتمل ہے؟۔ اگر وہ ضعیف حدیث عمل کی بنیاد ہے، یعنی وہ عمل اسی ضعیف حدیث سے ثابت ہوتا ہے، کسی دوسری عام یا خاص دلیل سے وہ عمل ثابت نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں وہ عمل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ حدیث محض کسی عمل کی فضیلت بیان کر رہی ہے یا اس کے متعلق کوئی ادب بتا رہی ہے تو مذکورہ بالا شروط کی روشنی میں ضعیف ہونے کے باوجود اسے قبول کیا جاسکتا ہے۔ امام الزرکشیؒ نے لکھا ہے:

أَن الضَّعِيف لَا يحْتَج بِهِ فِي العقائد وَالْأَحْكَام وَيجوز رِوَايَته وَالْعَمَل بِهِ فِي غير ذَلِك كالقصص وفضائل الْأَعْمَال وَالتَّرْغِيب والترهيب وَنقل ذَلِك عَن ابْن مهْدي وَأحمد بن حَنْبَل وروى الْبَيْهَقِيّ فِي الْمدْخل عَن عبد الرَّحْمَن ابْن مهْدي أَنه قَالَ إِذا روينَا عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي الْحَلَال وَالْحَرَام وَالْأَحْكَام شددنا فِي الْأَسَانِيد وانتقدنا فِي الرِّجَال وَإِذا روينَا فِي فَضَائِل الْأَعْمَال وَالثَّوَاب وَالْعِقَاب سهلنا فِي الْأَسَانِيد وتسامحنا فِي الرِّجَال[1].

"بلاشبہ ضعیف حدیث عقائد اور احکام میں حجت نہیں ہوتی، البتہ اس کی روایت کرنا اور قصص، فضائل اور ترغیب وترہیب میں اس پر عمل کرنا درست ہے۔ امام عبد الرحمن بن مہدیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے یہ مسلک نقل کیا گیا ہے۔ امام بیہقیؒ نے المدخل میں عبد الرحمن بن مہدیؒ کے متعلق روایت کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ سے حلال وحرام اور شرعی احکام سے متعلق روایت کرتے ہیں تو ہم اس کی اسانید کی تحقیق اور رجال میں نقد کرنے میں شدت اختیار کرتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال، جزاوسزا سے متعلق روایت کرتے ہیں تو اسناد کی تحقیق میں نرمی اور رجال کے متعلق وسعت رکھتے ہیں۔"

امام سخاوی لکھتے ہیں:

قَدْ حَكَى النَّوَوِيُّ فِي عِدَّةٍ مِنْ تَصَانِيفِهِ إِجْمَاعَ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِمْ عَلَى الْعَمَلِ بِهِ فِي الْفَضَائِلِ وَنَحْوِهَا خَاصَّةً. فَهَذِهِ ثَلَاثَةُ مَذَاهِبَ أَفَادَ شَيْخُنَا أَنَّ مَحَلَّ الْأَخِيرِ مِنْهَا حَيْثُ لَمْ يَكُنِ الضَّعْفُ شَدِيدًا، وَكَانَ مُنْدَرِجًا تَحْتَ أَصْلٍ عَامٍّ ; حَيْثُ لَمْ يَقُمْ عَلَى الْمَنْعِ مِنْهُ دَلِيلٌ أَخَصُّ مِنْ ذَلِكَ الْعُمُومِ، وَلَمْ يُعْتَقَدْ عِنْدَ الْعَمَلِ بِهِ ثُبُوتُهُ[2].

"امام نوویؒ نے اپنی متعدد کتب میں فضائل وغیرہ کے معاملے میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے پر محدثین کا اجماع نقل کیا ہے۔ اس میں تین مذاہب ہیں: ہمارے شیخ نے بتایا ہے کہ ان میں آخری چیز یہ ہے کہ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو، عام دلائل سے ثابت ہو، اس کے منع کی کوئی خاص دلیل

---

۱ النكت على مقدمة ابن الصلاح:۲/ ۳۰۸

۲ فتح المغيث بشرح ألفية الحديث:۱/ ۳۵۱.

نہ ہو، اور عمل کرتے ہوئے اس کی سنت ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے۔

مذکورہ بالا اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اب ہم زیر بحث مسئلہ کو دیکھتے ہیں:

① مسجد میں نکاح کرنے کا تعلق ایمان وعقائد یا عبادات سے نہیں ہے، بلکہ محض نظم ونسق سے ہے، جس کا میدان شریعت میں وسیع ہے۔

② مسجد میں نکاح کرنے سے متعلق حدیث کا ضعف ہر گز موضوع (من گھڑت) کے درجہ کا نہیں، بلکہ شیخ عبد القادر الارنؤوطؒ جیسے محققین نے شواہد کی بنا پر اسے حسن بھی کہا ہے[1]۔

③ یہ حدیث کسی دوسری صحیح حدیث یا اصولِ دین سے متصادم نہیں ہے۔

④ مسجد میں نکاح کا مسئلہ عمومی دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

⑤ ہمارے معاشرے میں کوئی بھی مسجد میں نکاح کرنے کو سنت نہیں کہتا، محض رسوم سے بچاؤ کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔

اگر ضعیف حدیث کی بنیاد پر کوئی شرعی عمل کرنا درست نہیں، تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ اس کے الٹ عمل کرنا سنت یا شرعی ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے بہت سارے دوست سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس عمل کو شریعت سمجھنے کے لیے بھی قرآن وسنت کی دلیل چاہیے۔

مساجد میں نکاح کے عمومی دلائل

مساجد میں نکاح کرنے کا حکم دینے یا اس سے منع کرنے والی کوئی خاص دلیل موجود نہیں ہے، تو اس صورت میں ہم دیکھیں گے کہ اس حوالے سے شریعت کے عمومی دلائل ہماری کیا رہنمائی کرتے ہیں؟:

عَنْ صَالِحٍ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَاعَةً فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟» قَالُوا: نِكَاحٌ قَالَ: «هَذَا النِّكَاحُ لَيْسَ بِالسِّفَاحِ»[2].

”صالح مولیٰ توامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ بتایا گیا کہ نکاح ہو رہا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (لوگوں میں مشہور کرنے کی وجہ

---

١ جامع الأصول، بتحقيق عبد القادر الأرنؤوط (١١/٤٣٩)، رقم: ٨٩٧٥

٢ مصنف عبد الرزاق الصنعاني (٦/١٨٧): ١٠٤٤٨

سے) یہ نکاح ہے، زنا نہیں ہے[1]۔"

جس عورت نے خود کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا نکاح ایک صحابی سے کر دیا تھا، اس کے متعلق حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں:

وَفِي رِوَايَةِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عِنْدَ الْإِسْمَاعِيلِيِّ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ[2].

"اسماعیلی نے سفیان ثوری سے جو یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں وضاحت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ نکاح مسجد میں کرایا تھا۔"

مذکورہ بالا روایات سے کم از کم مسجد میں نکاح کرنے کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

نکاح ایک دینی اور مذہبی عمل ہے، اس اعتبار سے اسے مسجد میں ادا کرنے میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

مسجد میں نکاح، علماء امت کی نظر میں:

مسجد میں نکاح منعقد کرنے کے جواز پر تمام مسالک کے علماء کا اتفاق ہے۔ بلکہ مالکیہ کے علاوہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ مسجد میں نکاح کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: نکاح عبادت ہے اس لیے مسجد میں منعقد کرنا مستحب ہے اور یہی بات ابن القیمؒ نے بھی کہی ہے[3]۔

مسجد میں نکاح کی ترغیب دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں:

وهو لحصول بركة المكان وينبغي أن يراعى فيه أيضا فضيلة الزمان ليكون نورا على نور وسرورا على سرور، قال ابن الهمام: يستحب مباشرة عقد النكاح فى المسجد لكونه عبادة وكونه فى يوم الجمعة[4].

"مسجد میں عقدِ نکاح کی ترغیب، مسجد سے برکات کے حصول کے پیشِ نظر ہے۔ مناسب یہ ہے کہ مسجد کے ساتھ ساتھ، وقت والی فضیلت کی بھی رعایت کی جائے، تاکہ عقدِ نکاح نور علی نور ہو جائے

---

۱ دراصل شریعت نے نکاح اور زنا میں شہرت کو بنیاد قرار دیا ہے، کہ زنا چھپ کر اور نکاح سرِعام کیا جاتا ہے۔

۲ فتح الباری لابن حجر (۲۰۶/۹)

۳ ملاحظہ فرمائیں الفتاوی الکبری: ۱۲۳/۳، إعلام الموقعین: ۱۰۲/۳

۴ مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح: ۲۸۵/۶، مطبوعة دار الكتب العلمية، بيروت

اور خوشیاں دوبالا ہو جائیں۔ امام ابنِ ہمامؒ نے فرمایا کہ مسجد میں عقدِ نکاح کرنا مستحب ہے، کیونکہ نکاح ایک عبادت ہے۔ (اور عبادت کے لیے مسجد ایک عمدہ جگہ ہے) دوسری چیز یہ کہ (وقت کے اعتبار سے) نکاح کا جمعہ کے دن ہونا بھی مستحب ہے۔"

علامہ علاؤالدین حصکفیؒ نے نکاح کا جمعہ کے دن مسجد میں کرنے کو مستحب امر کہا ہے[1]۔

مالکی علماء مسجد میں نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں، حطاب الرعینی مالکیؒ فرماتے ہیں: مسجد میں نکاح کرنے کو مستحب قرار دینے کی صراحت اہل علم سے نہیں ملتی، تاہم جواز کی حد تک درست ہے[2]۔

سعودی عرب کے کبار علماء کی فتاوی کمیٹی سے درج ذیل سوال کیا گیا:

برائے مہربانی مسجد میں نکاح کرنے کا شرعی حکم واضح کریں، یہ علم میں رہے کہ عقد نکاح اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوگا اور اس میں مرد وعورت کا اختلاط بھی نہیں اور نہ ہی گانا بجانا ہے؟

کمیٹی کے علماء کا جواب تھا:

"اگر تو واقعتاً ایسا ہی جیسا بیان ہوا ہے تو پھر مسجد میں عقد نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں[3]۔"

مسجد میں نکاح کی ممانعت کرنے والے علماء کرام

اس کے برعکس بعض علماء کرام نے اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے، تو اس کی تین وجوہات ہیں:

① انہوں نے صرف حدیث کے نقطہ نظر سے اس عمل کا شرعی حکم بیان کیا ہے۔ انہوں نے اس کے معاشرتی پہلوؤں پر گفتگو نہیں کی۔

② ان علماء کرام کا ایسے ممالک سے تعلق ہے جہاں مساجد سے باہر بھی شادیاں شرعی حدود سے متجاوز نہیں ہوتیں جیسا کہ اوپر سوال میں موجود ہے، اس لیے ان کے ہاں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

③ ان مفتیان کرام سے جس انداز سے سوال پوچھا گیا انہوں نے اس کے مطابق جواب دے دیا، مثلاً کسی بھی مفتی سے سوال پوچھا جائے کیا مسجد میں نکاح کرنا سنت یا مستحب ہے؟ تو یقیناً وہ نفی میں جواب دے

---

۱ در مختار مع رد المحتار کتاب النکاح: ۴/۷۵، مطبوعہ کوئٹہ

۲ مواہب الجلیل: ۳/۴۰۸

۳ فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء: ۱۸/۱۱۰

گا اور اکثر ایسا ہی ہوا ہے۔ جیسا کہ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا اصل فتویٰ یہ ہے: مسجد میں نکاح کرنے کے استحباب پر کوئی دلیل موجود نہیں، اگر اتفاقاً کسی کا نکاح مسجد میں ہو جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن باضابطہ پروگرام بنا کر مسجد میں نکاح کرنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا اور اسے مستحب سمجھنا اس کی کوئی دلیل موجود نہیں[1]۔ اسی طرح جب ان سے اس عمل کے سنت یا مستحب ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اسے بدعت قرار دیا[2]۔

ایسے ہی سعودی عرب کے کبار علماء کی فتاوی کمیٹی سے سوال کیا گیا: کیا مساجد میں نکاح کے انعقاد پر ہمیشگی اور مواظبت برتنا سنت ہے یا بدعت؟ تو جواب دیا کہ: مساجد یا اس کے علاوہ دیگر جگہوں میں نکاح منعقد کرنے کے سلسلے میں شریعت نے وسعت رکھی ہے، تاہم کوئی ایسی صحیح دلیل نہیں ملتی جس سے یہ پتہ چلے کہ مسجد میں نکاح کرنا سنت ہے، اس لیے مساجد میں نکاح کا التزام اور پابندی کرنا بدعت ہے[3]۔

غور کریں تو مذکورہ بالا فتاویٰ میں علماء کرام نے اس عمل کو سنت سمجھنا، اس کی پابندی کرنا یا اس کے خلاف عمل کو غلط سمجھنے والے نظریے کو بدعت قرار دیا ہے محض مسجد میں نکاح کرنے کو بدعت نہیں کہا۔ البتہ جن علماء کرام نے ہمارے یہاں کے ماحول کو اور مسجد میں نکاح کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھا ہے انہوں نے اس کی اجازت دی ہے، جیسا کہ مفتی جماعت حافظ عبد الستار حماد حفظہ اللہ سے پوچھا گیا:

> سوال: ہمارے معاشرہ میں مذہبی گھرانے مسجد میں نکاح کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اسے مسنون عمل قرار دیتے ہیں۔ کیا واقعی مسجد میں نکاح کرنا سنت سے ثابت ہے؟ وضاحت فرمائیں۔
>
> جواب: اسلام میں عقد نکاح کے لیے کسی جگہ کی تخصیص کتاب و سنت سے ثابت نہیں، جہاں بھی آسانی ہو اور لوگ جمع ہو سکتے ہوں نکاح کیا جا سکتا ہے۔ البتہ فواحش و منکرات کے اڈوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے، جس طرح دیگر مقامات پر نکاح کیا جا سکتا ہے اسی طرح مسجد میں بھی نکاح کرنا جائز ہے بلکہ بہتر ہے کیوں کہ مسجد کے احترام کے پیش نظر یہ مجلس نکاح کئی قباحتوں سے محفوظ رہتی ہے،

---

١ لقاء الباب المفتوح:١٧/٦٧

٢ الكنز الثمين:١٤٤

٣ فتاوى اللجنة الدائمة:١٨/١١٠

لیکن اسے مسنون عمل قرار دینا محل نظر ہے[1]۔

مسجد میں نکاح اور مصلحتِ مرسلہ

ہر کام کے شرعی پہلو کے علاوہ دوسرے پہلو بھی ہوتے ہیں، مثلاً کرکٹ، فٹ بال، والی بال، کبڈی سمیت کئی گیمز ہیں جو جسمانی فٹنس اور دماغی صحت کے لیے نہایت مفید ہیں، اب اگر ایک بندہ سمجھے کہ تلوار زنی، نیزہ بازی اور گھڑ دوڑ ثابت ہیں لہٰذا یہی جائز ہیں، تو وہ شریعت کے مقاصد سے نابلد ہے۔ کسی بھی کھیل پر اس وقت تک پابندی نہیں لگائی جاسکتی جب تک اس کی ممانعت پر شرعی دلیل ثابت نہ ہو جائے۔

مسجد میں نکاح کا تعلق ایمان، عبادت یا شرعی معاملات سے نہیں بلکہ محض نظم و نسق سے ہے۔ لہٰذا اس کا تعلق مصلحت مرسلہ سے ہے اور مصلحتِ مرسلہ کے نقطہ نظر سے اس کے استحباب سے کوئی انکار نہیں کرسکتا اور جن علماء کرام نے اسے مستحب عمل قرار دیا ہے انہوں نے مصالح مرسلہ کی بنیاد پر ہی یہ حکم لگایا ہے۔

جب مصالح مرسلہ کی روشنی میں کسی عمل کا جائزہ لیں گے تو وقت، حالات اور معاشرے کے اعتبار سے اس کا حکم بدلتا رہے گا، مثلاً اسلام نے شادی کے طریقہ کار کی اصلاح کردی تھی، اس سے منسلک تمام برائیوں کا خاتمہ کردیا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں نکاح مسجد میں کیا جائے یا باہر کوئی فرق نہیں تھا۔ اس لیے اس دور میں اس کا خاص اہتمام نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس ہمارے معاشرے میں شادی اور نکاح کے ساتھ بہت سارے مکروہات شامل ہوگئے ہیں، بعض دیندار لوگ بھی ان کی مخالفت کرنے سے قاصر ہیں۔ ایسی صورتحال میں دیکھا یہ گیا ہے کہ مسجد میں نکاح کی تقریب کرنے سے بہت سارے مکروہات اور برائیوں سے بچ جاتے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں جو جو بچنا چاہتے ہیں انہیں ایک معقول وجہ مل جاتی ہے۔"

اسی چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ممالک میں مساجد کے ساتھ باقاعدہ شادی ہال بنائے گئے ہیں، مثلاً یورپی ممالک میں تو مساجد کے اندر یا اس کے احاطہ میں شادی ہال کا عام رواج ہے۔ وہاں کی مساجد کی ویب سائٹ پر مسجد کے شادی ہال کے متعلق بھی آپ کی معلومات ملیں گی، چنانچہ برطانیہ کی برمنگھم سنٹرل مسجد کی ویب سائٹ پر ان کی خدمات کے تعارف میں لکھا ہے:

"ہماری مسجد میں کرایہ پر لینے کے لیے مختلف سہولیات سے لیس کمرے موجود ہیں۔ جو مختلف سائز

---

1 فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۱/ ۴۵۰

کے ہیں۔ ملاقاتوں، تربیتی کورسز، کانفرنس، نمائش، نجی تقریبات، شادی، جنازہ اور دیگر فیملی تقریبات کے لیے ایک مثالی سہولیات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہماری مسجد کے کمیونٹی ہال میں تقریباً ۴۰۰ مہمانوں کے استقبال کا مکمل انتظام ہے۔"

اس مسجد کے ہال میں شادی کی تقریبات منعقد کرنے کی بارہ شروط ہیں جن میں بعض اہم حسب ذیل ہیں:

- اسلامک کلچرل سنٹر اور لندن سنٹرل مسجد ایک عبادت گاہ ہے اس لیے براہِ کرم مہذب لباس ضروری ہے دیگر لباس جیسے جینز وغیرہ ممنوع ہے۔
- خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اسلامک کلچرل کے احاطے میں ہر وقت اپنے سر کو ڈھانپے رہیں، اسکارف سیکورٹی ڈیسک سے لیا جاسکتا ہے۔
- احاطہ میں شراب، موسیقی، رقص یا سگریٹ نوشی مکمل طور پر ممنوع ہے۔
- تقریب کی فلم بنانے یا تصاویر کھینچنے کے لیے ایک فارم ہے جس کو بھرنے کے بعد اور اجازت ملنے کے بعد ہی تصویر کی اجازت ہو گی[1]۔

مذکورہ بالا شروط و ضوابط پر نظر ڈالیں کہ مسجد کے شادی ہالوں کے ذریعے کتنی برائیوں سے بچا جارہا ہے۔

اگر غیر مسلم ممالک میں مسجد کے احترام کے سبب بہت ساری غیر شرعی رسم ورواج اور برائیوں سے بچا جاسکتا ہے تو ہم مسلمان ملک میں رہنے والے اپنا یہاں ان شروط و قواعد کو نافذ کریں تو اس سے کہیں زیادہ فوائد حاصل کرسکتے ہیں۔ اسی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے پچھلے چندماہ سے اسلام آباد میں مسجد رحمۃ اللعالمین نے بھی شادی ہال کھولا ہے، ابھی تک ان کا تجربہ کامیاب جارہا ہے۔[2]

① مسجد میں نکاح کی تقریب کرنے سے اس میں روحانیت کا زیادہ احساس پیدا ہوتا ہے۔

② پاکستان کے موجودہ معاشی حالات میں اکثریت کے لیے شادی کے بہت سے تکلفات اور اخراجات مثلاً بڑے بڑے ہالوں کی بکنگ یا استقبالیہ، شامیانوں، قناتوں، قالینوں، صوفوں، کرسیوں، رنگارنگ آرائشوں اور قمقموں وغیرہ کے اخرجات برداشت کرنا مشکل ہوچکا ہے، مساجد میں نکاح کرنے سے بلاشبہ معاشی

---

۱ https://centralmosque.org.uk/services

۲ اس حوالے سے اس شمارے میں مسجد رحمۃ اللعالمین کے ناظم صاحب کا مضمون ملاحظہ فرمائیں۔

طور پر پسماندہ اور متوسط طبقہ کو بہت بڑا ریلیف ملے گا، جس سے لوگ مسجد کے ساتھ زیادہ جڑیں گے۔

③ اس سے جہاں غیر اسلامی رسم ورواج سے بچنے اور اسلامی طریقے پر شادی کی تقریبات منعقد کرنے کا ایک سنہرا موقع فراہم ہو گا تو دوسری طرف مساجد کو مالی فوائد بھی حاصل ہوں گے جنہیں دیگر تعلیمی، سماجی اور فلاحی کاموں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

④ سوشل میڈیا، ہندوانہ رسوم پر مشتمل فلموں اور ڈراموں کے سبب نئی نسل اسلامی ثقافت سے نابلد ہوتی جارہی ہے، مساجد میں نکاح کا اہتمام کرنے سے نہ صرف غیر شرعی رسم ورواج سے بچنے کا موقع ملے گا بلکہ اسلام کی تہذیب وثقافت کی ترویج بھی ہو گی۔

⑤ حدیث کے ضعف کے پیش نظر مسجد میں نکاح کرنے کو شریعت کا حکم سمجھنا یا اسے لازم قرار دینا درست نہیں ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ مسجد بہر حال کسی بھی دوسری جگہ سے بدرجہا بہتر اور بابرکت ہے۔ وہاں کا پاکیزہ ماحول نئے شادی شدہ جوڑے کے لیے خوشحالی، دین وایمان کی سلامتی اور باہمی الفت و مفاہمت پر ضرور اثر انداز ہو گا۔

لہٰذا حصول برکت کے لیے مسجد کو ترجیح دینا ایک مثبت اور قابل ستائش و قابل تقلید امر ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مسجد صرف نماز کے لیے ہے، کسی دوسرے کام کے لیے اس کا استعمال نہیں کیا جاسکتا تو اس کی یہ سوچ درست نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں مسجد نبوی تعلیمی ادارے کے طور پر استعمال ہوتی تھی، اس کے علاوہ اہم معاملات کے لیے مشورہ، باہر سے آنے والے وفود کے استقبال اور ان کی رہنمائی اور دیگر اہم امور پر غور وخوض کے لیے بھی مسجد ہی کو استعمال کیا جاتا تھا۔ گویا اسلام میں مسجد ہر طرح کی سماجی اصلاح، تعلیمی بیداری اور ضرورتوں کی تکمیل کا اہم ادارہ ہے۔ اب اگر اسی اصول کے پیش نظر نکاح جیسے شرعی اور دینی امر کے لیے مسجد کو استعمال کیا جائے تو اس میں کوئی شرعی امر مانع نہیں ہے۔

مسجد میں نکاح کرنا اسی صورت میں بہتر ہے جب معاشرتی برائیوں سے بچنا مقصود ہو۔ اگر نکاح کی وجہ سے مسجد کے تقدس کی پامالی ہو، یا مسجد میں نکاح کی تقریب کے بعد الگ جگہ پر رخصتی کی رسومات اور خرافات انجام دینی ہیں تو مسجد میں نکاح کرنا یقیناً بدعت قرار پائے گا۔ دوسرا ایسے کرنے سے نکاح دو تقریبات میں بٹ جائے گا جو غیر شرعی گا۔ دوسرا اس طرح سیکولر لوگوں کی طرح دین اور دنیا دو حصوں میں بٹ جائے گا، جو قطعاً درست نہیں ہے۔ ہم ہرگز اس کی حمایت نہیں کررہے۔

مسجد میں نکاح... ایک ماڈل مسجد

ڈاکٹر عبید الرحمن بشیر

ایک مسجد ہے۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک بیوہ کا گھر ہے۔ گھروں میں کام کر کے بس پیٹ پالتی ہے۔ اس کی ۴ یتیم بیٹیاں ہیں۔ بیٹیاں جوان ہوتی ہیں۔ بیوہ ان کی رخصتی کا سوچتی ہے۔ وسائل نہیں ہیں۔ شادی کرنی ہے۔ دردر مانگتی ہے۔ ادھر ادھر سے جمع کرتی ہے۔ ایک بیٹی کی رخصتی کے لیے کم از کم چار یا چھ سال تک رقم جوڑتی ہے۔ قرض لیتی ہے۔ بچت کرتی ہے۔ مدد لیتی ہے۔وہ کچھ اور نہ بھی کرے تو اس کو بیٹی کی رخصتی کے دن باعزت رخصتی کے لیے ایک اچھی جگہ چاہیے، اچھا کھانا چاہیے، اچھے کپڑے چاہیں۔

مسجد سے کچھ فاصلے پر سالوں سے بسی اس بیوہ کے اس معاملے سے مسجد لاتعلق ہے۔ حالانکہ مسجد کے پاس اس کے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔

ایسی ایک اور بیوہ اسلام اباد کی رہائشی ہے۔ بچیاں جوان ہوتی ہیں تو اس کو کوئی فکر نہیں۔ اس کے شہر میں ایک مسجد ہے۔ جو اس کا مسئلہ حل کر دے گی۔۔۔ اس بیوہ کو قرض لینے کی اور دھکے کھانے کی ضرورت نہیں۔

وہ بیوہ اس مسجد میں جاتی ہے۔ بتاتی ہے کہ میری بیٹی جوان ہو چکی۔ رشتہ طے ہو چکا۔ رخصتی کرنی ہے۔ یہاں سے اس کی مسجد کا کردار شروع ہوتا ہے۔ اس کے دکھوں کی داستان دفن ہوتی ہے۔ مسجد اس کا سہارا بن جاتی ہے۔ مسجد انتظامیہ اس کو ویلکم کرتی ہے۔ مسجد اس بیوہ کو بتاتی ہے کہ

① مسجد میں شادی ہال موجود ہے۔ اس بیٹی کا فری فنکشن ہو جائے گا۔

② مسجد میں بوتیک سینٹر قائم ہے۔ اس بیٹی کو بہترین کپڑے مل جائیں گے۔

③ اس مسجد میں عروسی ملبوسات کا سیکشن ہے۔ اس بیٹی کو بہترین عروسی ملوسات مل جائیں گے۔

④ اس کی رخصتی کے دن اس کے لیے مناسب کھانا مسجد خود پکوا دے گی۔

⑤ مسجد اس کو بتاتی ہے کہ تمہاری بیٹی کے لیے بہت سے تحائف ہم دیں گے جس میں جائے نماز ہے، پرس

---

۱ منتظم مسجد رحمت اللعالمین، اسلام آباد

ہے، کمبل ہے، رضائی ہے، پنکھا ہے۔

(۶) مسجد اس بیوہ کو بتاتی ہے کہ تمہاری ایک بیٹی ہو یا چھ بیٹیاں ہوں، بیٹے ہو یا بیٹیاں ہوں۔ پریشان نہ ہونا مسجد چلی آنا۔ رخصتی ہو جائے گی۔

وہ مسجد شہر بھر کی بیٹیوں کے لیے اعلان کرتی ہے کہ تمہاری رخصتی میری ذمہ داری ہے۔

مزدور کے لیے مسجد اعلان کرتی ہے کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو مسجد سے بیاہ لینا۔

ایک مسجد سینکڑوں نہیں ہزاروں باپوں کی مشکل دور کر دیتی ہے۔

ایک مسجد سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیٹیوں کے لیے تسلی اور سکون کا باعث بن چکی ہے۔

ایک مسجد درجنوں بیٹیوں کو ڈیڑھ سال کے اندر رخصت کر چکی ہے۔

کینسر سے مرتے باپ مطمئن دنیا سے گئے ہیں کہ میرے بعد میری بیٹیوں کو مسجد باعزت طریقے سے رخصت کر دے گی۔

یہ تحریر فضیلت بیان کرنے کے لیے نہیں۔۔ ایک تصوراتی دنیا کا خواب دکھانے کے لیے نہیں۔

یہ تحریر ایک حقیقت ہے اور اس عملی نظام کا نام ہے مسجد رحمت العالمین، اسلام آباد۔۔۔ جس میں

ایک مزدور کی بیٹی کی

ایک بیوہ کی بیٹی کی

ایک مجبور بھائی کی بہن کی

شادی کی منظوری صرف ۱۰ سیکنڈ میں ہوتی ہے۔

یہ تحریر صرف پھولوں سے بھرے باغیچے میں سے ایک پتی کے برابر ہے۔ اس میں فضیلتیں بیان نہیں کی گئی، بلکہ رحمت للعالمین ﷺ کی زندگی میں مسجد کے کردار کو دیکھتے ہوئے جو نظام ایک مسجد میں قائم کیا گیا ہے اس کی ایک جھلک بتائی گئی ہے۔ کسی عمل کی صرف فضیلتیں بیان کرنا اور عملی طور پر نظام نہ بنانا یہ عام روش ہے۔ ہمیں فضائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے مسائل حل کرنے کا بھی مرکز مساجد کو بنانا ہو گا۔

یہ قرض بھی ہے اور فرض بھی ہے

اور جو عظیم نظام مساجد کے ذریعے بن سکتا ہے اگر ایک فیصد مساجد والے بھی یہ بات سمجھ جائیں تو دنیا میں ایک ایسا اسلامی فلاحی معاشرہ قائم ہو جائے جو دنیا بھر کی این جی اوز مل کر بھی نہیں بنا سکتیں۔

اس لیے کہ مساجد کو اللہ کی طرف سے ملی ہوئی برکت دنیا کی کسی اور جگہ کے نصیب میں نہیں۔

تنظیم المساجد والمدارس السلفیہ، پاکستان

تاسیسی اجلاس کی روداد

قاری ظہیر ادریس

پاکستان میں اہل حدیث مکتبِ فکر کی مساجد اور مدارس نہ صرف دینی تعلیم کے مراکز ہیں بلکہ اسلام کے خالص پیغام کے علمبردار بھی ہیں۔ حالیہ چند برسوں میں مساجد پر ناجائز قبضے، جبری بندش اور اہل حدیث علماء کی حق گوئی پر قدغن جیسے مسائل سامنے آئے ہیں۔ ان حالات میں ضرورت تھی کہ ایسی تنظیم وجود میں آئے جو ان کے مساجد و مدارس کے تحفظ، علماء کے وقار اور لوگوں کی رہنمائی کے لیے مؤثر اور منظم کردار ادا کرے۔

اس مقصد کے تحت جامعہ لاہور الاسلامیہ کے ہیڈ آفس مجلس التحقیق الاسلامی ۹۹-جے بلاک ماڈل ٹاؤن، لاہور میں ۱۲اپریل بروز ہفتہ مسلک اہل حدیث کی تمام نمائندہ جماعتوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں اہل حدیث کی تمام تنظیمات نے متحد ہو کر "تنظیم المساجد والمدارس السلفیہ پاکستان" کا قیام عمل میں لایا گیا۔

اجلاس کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے کیا گیا۔ یہ روح پرور سعادت معروف قاری ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کو حاصل ہوئی۔ اجلاس کی نظامت کے فرائض حافظ شفیق الرحمٰن زاہد حفظہ اللہ نے انجام دیے۔

اس کے بعد صدرِ اجلاس ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ خیر و بھلائی کے کام اجتماعی کوششوں اور باہمی تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ انہی کاموں میں مساجد کی آبادکاری، دینی تعلیمات کا فروغ اور منظم ادارہ جاتی نظم شامل ہیں۔

انہوں نے زور دے کر کہا کہ جوبلی ٹاؤن مسجد کے معاملے میں اہلِ حدیث مکتبِ فکر کے ساتھ جو ناانصافی اور زیادتی روا رکھی گئی ہے، وہ نہایت قابلِ افسوس ہے۔ جب دیگر تمام مسالک کو ان کے عقائد و نظریات کے مطابق مساجد حوالہ کی گئیں تو مٹھی بھر شرپسند عناصر کے دباؤ پر اہل حدیث مسجد کو بند کر دینا عدل و انصاف کے منافی ہے۔ قانون کو اس قدر کمزور نہیں ہونا چاہیے کہ وہ شرپسندوں کے دباؤ میں آ جائے۔

جوبلی ٹاؤن مسجد کے تنازع میں جن افراد کو ثالث یا فریق بنایا گیا، وہ ہرگز اس حیثیت کے اہل نہ تھے، مزید اعلیٰ افسران کی طرف سے مسلسل ٹال مٹول کی روش اس مسئلے کو مزید گھمبیر بنا رہی ہے۔

آج ہم ایک عظیم مقصد کے تحت جمع ہوئے ہیں۔ ماضی کی تلخیاں بھلا کر، اخلاص و اتحاد کی فضا قائم رکھنا ہماری اولین ترجیح ہے۔ ادب و احترام کے تمام تقاضے ملحوظ رکھے جائیں، کسی بھی غیر مناسب طرزِ گفتگو سے اجتناب کیا جائے۔ ہمیں متحد ہو کر، ایک ساتھ چلنے کی ضرورت ہے، تاکہ ہم منزل تک رسائی حاصل کر سکیں۔

پھر علامہ ہشام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ انہوں نے فرمایا:

"تمام اہل حدیث تنظیمیں اس پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیں تو یہ تنظیم ایک مؤثر اور باوقار قوت حاصل کر لے گی۔ اگر اصولی طور پر یہ بات طے پا جائے کہ کسی بھی علاقے میں، کسی بھی مسلک کے افراد اگر مسلکِ اہل حدیث کی مساجد اور مدارس پر حملہ آور ہوں تو تنظیم المساجد والمدارس السلفیہ حرکت میں آئے گی تو یہ تنظیم آج ہی اپنی کامیابی کی سند حاصل کر لے گی۔ آج حالت یہ ہے کہ انتظامیہ، مساجد کو تحفظ دینے کے بجائے، شرپسند عناصر کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ اس قابل افسوس عمل کے خلاف یہ تنظیم جدوجہد کرے گی۔ ہر علاقے میں اہل حدیث مساجد کے تحفظ اور ان کے حقوق کے لیے منظم اور مربوط جدوجہد کرے گی۔ یہ ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔ ہم ۲۴ مقفل مساجد کو کھلوانے کے لیے باقاعدہ جدوجہد کا آغاز کر رہے ہیں۔"

ان کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے نمائندہ، محترم رانا نصر اللہ خان صاحب نے فرمایا:

"اب وقت آ گیا ہے کہ ہم جرأت کا مظاہرہ کریں اور ۱۸ اپریل کو بھرپور قوت اور اتحاد کا اظہار کریں۔ یہ دن ہمارے لیے ایک فیصلہ کن موڑ ثابت ہو سکتا ہے۔ علامہ ہشام الٰہی ظہیر اور علامہ ابتسام الٰہی ظہیر نہ صرف اس مسلک کا چہرہ ہیں بلکہ اس کی حقیقی پہچان بھی ہیں۔ ہمیں ان پر فخر ہے اور ان کی قیادت میں اپنے اہداف حاصل کرنے ہیں۔"

جماعت اہل حدیث پاکستان کے نمائندہ، حافظ عبد الوحید شاہد روپڑی حفظہ اللہ کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے نہایت مرتب اور جامع انداز میں چند اہم نکات پر حاضرین کی توجہ مبذول کروائی:

① اب ہمیں مضبوط عزائم کے ساتھ مساجد اور مدارس کے تحفظ کے لیے کھڑا ہونا ہو گا۔
② جن مساجد کے حوالے سے غیر اہل حدیث کے ساتھ تنازعات ہیں، ان کے حل کے لیے تنظیم عملی جدوجہد کرے گی۔
③ تمام اہل حدیث جماعتیں مساجد و مدارس کے تحفظ پر متفق ہیں، یہی ہمارے اتحاد کی بنیاد ہے۔
④ حقوقِ اہل حدیث مارچ کے لیے ہر مسجد و مدرسہ سے کم از کم ایک گاڑی مارچ میں ضرور شریک ہو۔

⑤ مارچ کے دوران تمام SOPs (ضوابط) کو ملحوظ رکھا جائے اور نظم وضبط کی مکمل پابندی کی جائے۔
⑥ اسٹیج سیکرٹری کی باقاعدہ تیاری اور نظم ضروری ہے تاکہ اجلاس کی روانی برقرار رہے۔
⑦ گفتگو محتاط، مدلل اور باوقار ہو تاکہ ہمارا موقف سنجیدگی سے سنا جائے۔
⑧ تعداد کی کثرت ہماری وحدت کی غمازی کرے گی، مگر یاد رہے کہ ہمیں قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا۔

مرکزی مسلم لیگ کے نمائندہ مولانا ادریس فاروقی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا:

"ہم جہاں کہیں بھی مساجد قائم کرتے ہیں، ہمیں وہاں جھگڑوں، تنازعات اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مزاحمت کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں ایک مضبوط پریشر گروپ تشکیل دینا چاہیے جو ہمارے قانونی، سماجی اور مذہبی حقوق کی نمائندگی کرے۔"

بعد ازاں جماعت غرباء اہل حدیث کے نمائندہ حافظ زاہد ہاشمی صاحب نے فرمایا:

"ماضی میں اہل حدیث جماعتوں نے مل کر ایک اتحاد بنایا تھا جس کا نام اہل حدیث اتحاد کونسل تھا، مگر افسوس کہ اسے فعال نہ رکھا جا سکا۔ آج ہم 'تنظیم المساجد والمدارس السلفیہ پاکستان' کے تاسیسی اجلاس میں شریک ہیں، میری اولین گزارش یہ ہے کہ اس تنظیم کو ہمیشہ فعال اور متحرک رکھا جائے۔ دوسرا یہ تنظیم چند شہروں یا مخصوص مساجد تک محدود نہ ہو بلکہ پاکستان بھر میں جہاں کہیں بھی اہل حدیث کی مساجد اور مدارس پر کسی بھی نوعیت کا مسئلہ پیدا ہو تو یہ تنظیم فوراً اقدام کرے۔"

علامہ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ انہوں نے فرمایا:

"زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے بہترین جگہ مساجد ہیں۔ معاشرے میں مساجد کا قیام انتہائی اہم ہے کیونکہ یہ برائی اور فحاشی سے روکنے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ دیارِ غیر میں وہی لوگ فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں جو خود بھی اور ان کی اولادیں بھی مساجد سے جڑے رہتے ہیں۔ تمسک بالکتاب اور قیامِ نماز ہی حفاظت کا اصل ذریعہ ہے۔ عربوں کے ہاں نماز کی پابندی اس لیے ممکن ہے کہ ان کے گھروں کے ارد گرد مساجد آباد ہیں۔

مساجد کی آباد کاری سے روکنے والے دراصل شیطان کے آلہ کار ہیں۔ مشرکین کا اصل ہدف دیوبندی اور اہل حدیث ہوتے ہیں۔ دیوبندی حضرات اپنی کثرت کی وجہ سے بچ جاتے ہیں، جب کہ اہل حدیث جماعت ہمیشہ کم تعداد کی وجہ سے نشانہ بنتی ہے۔

ہر تنظیم میں دو چیزیں بنیادی ہوتی ہیں: ایک اتحاد اور دوسرا تحریک۔ آج آپ سب عزم کریں کہ

تنظیم المساجد والمدارس میں اتحاد کو بھی قائم رکھنا ہے اور اسے متحرک بھی کرنا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیرِ کعبہ کے وقت اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ اس لیے لگایا کہ مساجد کی آبادی کا تصور نسلاً بعد نسل منتقل ہو۔ اپنی اولاد کو مسجد سے جوڑنا اور اس کی خدمت کی تربیت دینا سنتِ ابراہیمی ہے۔

اہل حدیث پُر امن جماعت ہے، ہم جلاؤ، گھیراؤ اور انتشار کی سیاست نہیں کرتے۔ ہم صبر اور برداشت کے راستے پر گامزن ہیں۔

نماز میں صف بندی کرنا اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہونا — ہمیں اتحاد اور یکجہتی کا سبق دیتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے اندر اتحاد پیدا کرنا چاہیے اور مساجد کی تعظیم و تحفظ کا عہد کرنا چاہیے۔"

مرکزی مسلم لیگ کے نمائندہ جناب عاطف سمیر صاحب کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ انہوں نے اپنی گفتگو چند نکات میں پیش کی اور نہایت اہم تجاویز دیں:

- 'حقوق اہل حدیث' مارچ کے حوالے سے باقاعدہ ایس او پیز (SOPs) طے کیے جائیں۔
- مشترکہ پریس کانفرنس کا اہتمام کیا جائے۔
- ایک قانونی ٹیم تشکیل دی جائے۔
- یک نکاتی ایجنڈا مسجد جوبلی ٹاؤن ہونا چاہیے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے رہنما ڈاکٹر عبد الغفور راشد حفظہ اللہ کو خطاب کے لیے دعوت دی گئی۔ انہوں نے تنظیم کے قیام کی بھرپور تائید کی اور فرمایا:

"میں علامہ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ کی اس بات کی مکمل تائید کرتا ہوں کہ دیارِ غیر میں وہی لوگ دینی اور فکری طور پر سلامت رہتے ہیں جو خود اور ان کی نسلیں مساجد سے منسلک ہوتی ہیں۔

پر امن احتجاج کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی ہمیں مارے تو ہم خاموش رہیں۔ ہم شریف ضرور ہیں، لیکن جب ہمارے حقوق کی بات ہو گی تو ہمارا عزم اور ہماری قانونی جدوجہد بولے گی۔"

جماعت اہل حدیث کے امیر محترم جناب عبد الغفار روپڑی حفظہ اللہ کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے فرمایا:

"علامہ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ کی بصیرت افروز اور ناصحانہ گفتگو کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، تاہم حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چند معروضات پیش کرتا ہوں۔

اہل حدیث کی مساجد کا زمین پر اور معاشرے میں وجود ہماری دینی، اخلاقی اور ملی ذمہ داری ہے۔

اہل بدعت کو اہل توحید کی مساجد کبھی گوارا نہیں ہوتیں۔
جس طرح ہم آج ظاہری طور پر ایک جگہ پر جمع ہیں، ہمیں دلوں کی یکجہتی کے ساتھ بھی جڑنا ہوگا۔ شر پسند عناصر خود کھڑے نہیں ہوتے، انہیں مخصوص قوتیں کھڑا کرتی ہیں۔ ہماری لڑائی بریلوی مکتبِ فکر سے نہیں، بلکہ انتظامیہ کے اُن افراد سے ہے جو ان کی پشت پناہی کر کے فضا کو خراب کر رہے ہیں۔ اپنا پیغام قوم تک پہنچانے کے لیے ہمیں فی الفور ایک پریس کانفرنس کی جانی چاہیے۔"
ڈاکٹر حافظ انس نظر صاحب نے فرمایا:
"ہمارے پاس ایک مؤثر سلوگن ہونا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ "ہر سوسائٹی، ہر علاقے میں ایک اہل حدیث مسجد ہو"۔ دوسرا، تمام قومی اداروں میں دیگر مسالک کی نمائندگی موجود ہے، اہل حدیث کی بھی نمائندگی ہونی چاہیے۔"
یہ اجلاس اہل حدیث تحریک کے لیے ایک نئی روح، نیا جذبہ اور نیا اتحاد لے کر آیا ہے۔ اختلافات ختم کر کے، باہمی احترام کے ساتھ، اب اہل حدیث ملت متحد ہونے جا رہی ہے۔ اس اتحاد کے ذریعے ان شاء اللہ مساجد کا تحفظ، مدارس کی بقا، علماء کا وقار اور ملت کی رہنمائی ممکن ہوگی۔

پریس کانفرنس

اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ "تنظیم المساجد والمدارس السلفیہ پاکستان" کے پلیٹ فارم سے ایک مشترکہ پریس کانفرنس کرنی چاہیے۔ اس فیصلہ کی روشنی میں ۱۶ر اپریل کو پریس کلب لاہور میں تنظیم المساجد والمدارس السلفیہ، پاکستان سے منسلک تمام جماعتوں کی مشترکہ پریس کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ پریس کانفرنس کا آغاز ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی کی تلاوت سے ہوا۔ پریس کانفرنس میں تنظیم المساجد کے قائدین نے انتظامیہ اور میڈیا کو یہ پیغام دیا ہے کہ اہل حدیث مساجد کے ساتھ جو ناروا سلوک ہو رہا ہے، اسے بند کیا جائے بالخصوص جوبلی ٹاؤن مسجد کہ جسے LDA انتظامیہ نے اہل حدیث کے حوالے کیا، پھر شر پسند عناصر کی وجہ سے واپس لے لیا، اسے بحال کیا جائے۔ بصورت دیگر ۱۸ر اپریل کو احتجاج کیا جائے گا۔

حقوق اہل حدیث مارچ

۱۸ اپریل کو علامہ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ نے خطبہ جمعہ جامعہ لاہور الاسلامیہ (مرکز البیت العتیق) کی جامع مسجد میں ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں اس جم غفیر نے رائے ونڈ روڈ کا رخ کیا اور لاہور بھر سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں قافلوں کی

صورت میں احتجاج میں شامل ہوئے، بالخصوص علامہ ہشام الٰہی ظہیر صاحب اپنے مرکز سے ایک بڑے قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے رائے ونڈ روڈ پہنچے۔ عوام کا ایک فقید المثال اور پرامن سمندر جمع ہوا۔ علامہ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب نے اس شاندار احتجاج میں کلیدی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"مساجد اللہ تبارک وتعالیٰ کی زمین کے اوپر سب سے مقدس جگہیں ہیں، مساجد کی آبادکاری انبیاء علیہم السلام کا مشن ہے سیدنا ابراہیمؑ کا مشن ہے، سیدنا اسماعیلؑ کا مشن ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کا مشن ہے۔ جب تک اہل حدیث اور اہلسنت کا ایک فرزند بھی زندہ ہے مساجد کی عظمت کی جنگ لڑتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم جہاں پر مساجد سے محبت کرنے والے ہیں وہاں آئین اور قانون کا احترام بھی کرتے ہیں، چاہیں تو زورِ بازو سے تالے توڑ کر بند مسجد کو کھول سکتے ہیں لیکن آئین کا احترام اور پاکستان کا امن پیش نظر ہے۔ جوبلی ٹاؤن مسجد کو اللہ اکبر اور اشہد ان لا الہ الا اللہ کے نغموں کے ساتھ مہکایا جائے گا، وہاں پر نماز اور جمعہ کا قیام ہو گا، ان شاء اللہ۔ انتظامیہ والو! سن لو! اگر تم تھیٹروں کو بند نہیں کر سکتے اگر تم سینماہالوں کو بند نہیں کر سکتے اگر تم میلے ٹھیلوں کو بند نہیں کر سکتے اگر تم فن فیئر کو بند نہیں کر سکتے تو تم کو مساجد بند کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، ان شاء اللہ جوبلی ٹاؤن کے اندر بھی ختم نبوت کا ڈنکا بھی بجایا جائے گا فضائل صحابہ کا نعرہ لگایا جائے گا اور ان شاء اللہ توحید الٰہی کا پرچم لہرایا جائے گا۔

اس احتجاجی مظاہرے نے یہ واضح کر دیا کہ اہل حدیث مکتبِ فکر کے افراد نہ صرف پاکستان کے پرامن شہری ہیں بلکہ اپنے عقائد اور دینی شناخت کے تحفظ کے لیے پُرعزم بھی ہیں۔

تنظیم سازی

تنظیم المساجد والمدارس السلفیہ کی یکم مئی 2025ء کو باقاعدہ تنظیم سازی کی گئی، جس میں درج ذیل چند بنیادی عہدے داران کا تعین کیا گیا:

سرپرست اعلیٰ: مولانا ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی

سرپرست: حافظ عبد الغفار روپڑی، مولانا محمد شفیق مدنی، میاں محمد جمیل ایم اے

امیر تنظیم: انجینئر حافظ ابتسام الٰہی ظہیر

چیف آرگنائزر: ڈاکٹر علامہ حافظ ہشام الٰہی ظہیر **ڈپٹی چیف آرگنائزر:** عبد الوحید شاہد روپڑی

نائب امیر: ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی، علامہ طارق محمود یزدانی

سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ڈپٹی جنرل سیکرٹری: عبد الباسط بلوچ

کنوینئر: ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمن زاہد

انچارج تعلقاتِ عامہ: ڈاکٹر حافظ عبد الماجد سلفی

ارکان عاملہ

علامہ زبیر احمد ظہیر

علامہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

قاری محمد یعقوب شیخ

رانا محمد نصر اللہ خان

ڈاکٹر حافظ مسعود اظہر

قاری شفیق الرحمن ربانی

ناظم دفتر: قاری خالد فاروق

ترجمان تنظیم: قاری محمد ظہیر ادریس

نائب ناظم دفتر: ابو بکر باجوہ

انچارج میڈیا: حافظ مبشر اقبال

مرکزی سیکٹریٹ کا قیام

مرکز البیت العتیق میں تنظیم المساجد والمدارس السلفیہ کا مرکزی دفتر قائم کر دیا گیا ہے، جس میں بنیادی طور پر درج ذیل دفاتر قائم کیے گئے ہیں:

1. دفتر امیر تنظیم
2. دفتر میڈیا
3. دفتر رابطہ
4. کانفرنس روم
5. مہمان خانہ

اللہ رب العزت اس تنظیم کو مزید نافع بنائے، اس کے مقاصد میں برکت دے اور اسے امت مسلمہ کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

مبارک باد

ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی حفظہ اللہ مدیر ماہنامہ محدث کو قرآن و سنہ موومنٹ، پاکستان کا وائس چیئر مین بننے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عہدے کے تقاضوں کو کماحقہ پورا کرنے کی توفیق دے اور آپ کی شمولیت قرآن و سنہ موومنٹ، پاکستان کے لیے خیر کا باعث بنائے۔ ادارہ محدث

سینیٹر پروفیسر ساجد میر رحمۃ اللہ علیہ

(علمی جدوجہد اور جماعتی خدمات)

پروفیسر عاصم حفیظ

سینیٹر پروفیسر ساجد میر رحمۃ اللہ علیہ ۳ مئی ۲۰۲۵ء کو وفات پا گئے۔ ان کا جنازہ سیالکوٹ میں ایک تاریخ رقم کر گیا۔ وہ ایک عہد ساز شخصیت تھے جنہوں نے بھرپور زندگی گزاری اور اپنی خدمات کے ذریعے ارض پاک اور عالم اسلام میں منہج اہلحدیث کی آبیاری کی۔ شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے بعد انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت مسلک اہلحدیث کی ترویج واشاعت میں کردار ادا کیا۔ مشکل ترین حالات میں جماعت کی قیادت سنبھالی اور مختلف ادوار میں چیلنجز کا مقابلہ کرتے کرتے جماعتی وقار اور ترقی کو برقرار رکھا۔ ان کی زندگی کے کئی پہلو ہیں۔ ایک ایسی شخصیت کہ جس نے چالیس سال تک قیادت کی۔ انہوں نے جماعتی نظم وضبط، اداروں کے قیام اور شخصی اعتبار سے ایسے معیارات قائم کئے جنہوں نے انہیں نمونہ اسلاف بنا دیا۔ پروفیسر ساجد میرؒ عالمی سطح پر بھی نمایاں پہچان رکھتے ہیں۔ عالم اسلام کی معتبر ترین تنظیم رابطہ عالم اسلامی کی ایگزیکٹو کونسل اور مجلس فقہ الاسلامی کے پاکستان سے واحد ممبر رہے۔

ان کی زندگی کے کئی گوشے ہیں، آیئے ہم ان کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ ان کی زندگی بھر کی جدوجہد، جماعتی وملی خدمات اور ذاتی زندگی کے سنہری اصولوں کا جائزہ لیا جاسکے۔

امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان: ۲ مئی ۱۹۹۲ سے ۲ مئی ۲۰۲۵ تک کے ۳۳ سال

سینیٹر پروفیسر ساجد میر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو تو جماعت ہی ہے۔ جس کی انہوں نے ساری زندگی آبیاری کی۔ ان کی دہائیوں کی محنت اور انتھک خدمات کی بدولت جماعت آج نہ صرف ارض پاکستان بلکہ عالمی سطح پر بھی ایک بھرپور پہچان رکھتی ہے۔ پروفیسر ساجد میر ۱۰ جون ۱۹۷۳ء کو پہلی مرتبہ جماعتی سیاست میں فرنٹ لائن پر آئے جب انہیں جماعت کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ گوجرانوالہ میں ہونے والے اجلاس میں پیر سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ کو امیر بنایا گیا تھا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی جانب سے اپنی زندگی میں آپ کو متعدد بار قائم مقام ناظم کی ذمہ داری دی گئی۔ جبکہ علامہ صاحب کی شہادت کے سانحے کے بعد آپ کو بطور قائم مقام

ناظم منتخب کیا گیا اور ۱۹۸۷ء میں ہی آپ کو باقاعدہ طور پر ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا، یوں آپ یکم مئی ۱۹۹۲ء تک جماعت کے ناظم کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیتے رہے۔ پھر ۲ مئی ۱۹۹۲ء کو شوریٰ کے اجلاس میں آپ کو باضابطہ امیر جماعت منتخب کیا گیا۔ تب سے لے کر اپنی وفات تک ۳۳ برس سے بطور امیر خدمات سر انجام دیں۔

پروفیسر ساجد میرؒ کی زیر امارت مرکزی جمعیت اہلحدیث ارض پاکستان اور بیرون ملک حاملین کتاب و سنت کی نمائندہ جماعت بنی جس کا نظم شہری، ضلعی، صوبائی اور مرکزی سطح پر ملک بھر سمیت یورپ و ایشیاء کے کئی ممالک میں موجود ہے۔ مجلس شوریٰ ۶۰۰ ارکان پر مشتمل ہے۔ جس میں علمائے کرام، سکالرز، سماجی شخصیات اور تاجر حضرات شامل ہیں۔ پروفیسر ساجد میرؒ کی زیر امارت جماعت نے دعوت و تبلیغ اور خدمتِ خلق کے میدانوں میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ اہم ترین جماعتی فورمز مرکزی شوریٰ، عاملہ اور کابینہ کے باقاعدگی سے اجلاس منعقد ہوتے ہیں جن میں کارکردگی کے جائزے کے ساتھ ساتھ آئندہ کا لائحہ عمل بھی طے کیا جاتا ہے۔ مرکزی قیادت نے حالیہ دورہ بنگلہ دیش کے دوران قومی کانفرنس میں شرکت کی اور وہاں مختلف اداروں کا دورہ کیا۔ اس سے برصغیر میں حاملین توحید و سنت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ان شاء اللہ اس کے دیرپا اثرات مرتب ہوں گے۔ اسی طرح حالیہ دورہ سعودی عرب میں بھی اعلیٰ ترین حکام سے ملاقاتیں کیں گئیں۔ جماعت کے مختلف شعبہ جات اور ادارے اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

"وفاق المدارس السلفیہ" کے تحت ملک بھر میں ہزاروں مساجد و مدارس دینیہ سرگرم عمل ہیں۔ وفاق المدارس کی سند حکومت پاکستان کے ہاں ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے برابر تسلیم شدہ ہے۔ جماعت کی بیشتر جامعات کا سعودی عرب اور دیگر ممالک کی یونیورسٹیز کیساتھ الحاق ہے۔ چنانچہ ان مدارس کے فارغ التحصیل طلباء اپنی اعلیٰ تعلیم بیرون ملک مکمل کرتے ہیں۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث کی موجودہ قیادت ایک ایسا مضبوط نیٹ ورک بنانے میں کامیاب رہی ہے جس کی بدولت نہ صرف ملک بھر بلکہ دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والی نامور شخصیات مرکزی دفتر کا وزٹ کر کے اپنے نیک جذبات کا اظہار کر چکی ہیں۔ پروفیسر ساجد میر کے دور امارت میں مختلف مواقع پر کانفرنسز میں امام کعبہ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ، امام کعبہ عبداللہ العواد جہنی حفظہ اللہ، الشیخ خالد غامدی حفظہ اللہ اور الشیخ صالح آل طالب حفظہ اللہ سمیت دیگر آئمہ حرمین، وزیر مذہبی امور سعودی عرب ڈاکٹر الشیخ سلیمان ابا الخیل حفظہ اللہ، نائب وزیر برائے مذہبی امور سعودی عرب ڈاکٹر الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ العمار حفظہ اللہ، وزیر مذہبی امور پاکستان سردار محمد یوسف حفظہ اللہ، جامعۃ الامام محمد بن سعود کے چانسلر، سابق سعودی سفیر عبدالعزیز بن ابراہیم الغدیر حفظہ اللہ اور

ممتاز انڈین مصنف مظہر یاسین صدیقیؒ، مرسی مشن انٹرنیشنل کے سربراہ ڈاکٹر توفیق حفظہ اللہ کے علاوہ برطانیہ، یونان، کویت اور دیگر ممالک کے جماعتی و دینی وفود سمیت ملک بھر کی نامور جماعتی اور غیر جماعتی شخصیات مرکزی جمعیت اہل حدیث کے مرکزی دفتر میں تشریف لاچکی ہیں۔

جماعت کی ذیلی تنظیمات "اہل حدیث یوتھ فورس"، "اسٹوڈنٹس فیڈریشن"، "جمعیت اساتذہ" اور تاجر ونگ سرگرم عمل ہیں۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث "الفلاح فاونڈیشن" کے نام پر رفاہِ عامہ کی سرگرمیاں سرانجام دے رہی ہے۔ ارض پاک میں آنیوالی ہر آفت، مصیبت اور سانحے کی صورت میں دکھی انسانیت کی خدمت میں ہراول دستے کا کردار ادا کرتی ہے۔ ۲۰۰۵ کے ہولناک زلزلے کے موقعے پر جماعت کا کردار تاریخ ساز تھا، متاثرین کو ریسکیو کیا گیا، خیمہ بستی بسائی گئی اور رہائشیں وگھر تعمیر کر کے دیئے گئے۔ اسی طرح ۲۰۱۰ کے تباہ کن سیلاب میں بھی جماعت نے بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ ۲۰۲۲ء کے سیلاب میں بھی کارکنان ملک کے کونے کونے میں خدمت خلق میں مصروف رہے۔ جماعت کی جانب سے ملک بھر کے دور دراز سیلابی علاقوں میں روزانہ کی بنیاد پر ہزاروں متاثرین کو کھانا، خیمے، راشن، میڈیکل کیمپ، ادویات اور دیگر اشیائے ضروریہ پہنچائی گئیں۔ الفلاح فاونڈیشن کی جانب سے ڈیڑھ ارب کا امدادی سامان تقسیم کیا گیا۔ اسی طرح ترکی میں آنیوالے زلزلے میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں گئیں۔ جماعت نے اسرائیل کی حالیہ وحشیانہ بمباری پر مظلوم اہل فلسطین کے لئے بڑے پیمانے پر امدادی کارروائیوں کا آغاز کیا۔

پیغام ٹی وی کا قیام:

پروفیسر ساجد میرؒ کی زیر امارت سب سے اہم ترین کارنامہ اور تبلیغی پیشرفت پیغام ٹی وی کا قیام ہے۔ ایک ارب سے زائد انسانوں کی زبان، دنیا کی تیسری بڑی زبان اردو اور پشتو بولنے اور سمجھنے والوں تک قرآن وحدیث کی مستند تعلیمات پہنچانے کے لیے امامِ کعبہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ کی سرپرستی میں "پیغام ٹی وی" کا آغاز کیا گیا۔ پیغام ٹی وی نیٹ ورک کے تحت چار سیٹلائیٹ چینلز اردو، پشتو۔ پیغام ٹی وی یوکے اور قرآن ٹی وی اپنی نشریاتی پیش کر رہے ہیں۔

سیاسی زندگی... سینیٹ میں خدمات اور قومی کردار

پروفیسر میرؒ چھے مرتبہ سینیٹ آف پاکستان کے رکن منتخب ہوئے۔ پہلی بار ۱۹۹۴ء میں سینیٹر بنے اور بعد

ازاں لگاتار پانچ مرتبہ (مجموعی طور پر چھ مرتبہ) ایوان بالا کے رُکن رہے۔ اس دوران آپ کشمیر کمیٹی، سائنس و ٹیکنالوجی کمیٹی، گلگت بلتستان کمیٹی اور مذہبی امور کمیٹی سمیت متعدد قائمہ کمیٹیوں کے چیئرمین کے طور پر خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ ترین حکومتی ایوانوں میں نمائندگی کے باعث وہاں بھی شعائر اسلام اور نظریۂ پاکستان کے تحفظ کی بھرپور کوشش کی۔ مغربی این جی اوز کے دباو پر پیش کئے جانیوالے حقوق نسواں بل کا راستہ روکا، عالم اسلام کے مسائل پر آواز بلند کی، جبکہ ارض پاکستان کی تاریخ میں ناموس صحابہ واہلبیت بل پیش کرنے اور منظور کرانے کا اعزاز ناظم اعلیٰ سینیٹر ڈاکٹر حافظ عبدالکریم کو حاصل ہوا، جماعت نے ہر ایوان اور فورم پر دینی طبقے کی نمائندگی کا فریضہ نبھایا ہے۔

آپ بین الاقوامی کانفرنسوں میں کئی بار شرکت کر چکے ہیں، مثلاً انٹرنیشنل دعوت کانفرنس، برمنگھم ۱۹۸۵ء ، ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء، ۲۰۰۰ء، ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۸ء، ۲۰۱۱ء اسلامی کانفرنس برمنگھم، لندن، مانچسٹر، گلاسکو ۱۹۹۹ء، ۲۰۰۰ء، ۲۰۰۱ء، ۲۰۰۵ء، یورپین اسلامی کانفرنس، لندن ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۲ء عالمی اسلامی کانفرنس، فلپائن ۱۹۸۸ء، عالمی حج کانفرنس، استنبول (ترکی) ۱۹۸۸ء، عالمی امن کانفرنس، بغداد (عراق)، ۱۹۸۷، ۱۹۸۹ء، رابطہ عالم اسلامی کانفرنس، مکہ معظمہ ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۹ء، ۲۰۰۱ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۳ء، دعوت کانفرنس، امریکہ (نیو یارک، نیوجرسی) ۱۹۸۹ء دعوت کانفرنس، بھارت (بمبئی، دہلی، بنارس) ۱۹۹۰ء، بین الاقوامی کانفرنس، ریاض (سعودی عرب) ۱۹۹۱ء، بین الاقوامی کانفرنس، کویت ۱۹۹۱، ۱۹۹۲ء، ایشیائی حج کانفرنس کوالالمپور (ملائیشیاء) ۱۹۹۰ء، دعوت کانفرنس سنگاپور ۱۹۹۰ء، بین الاقوامی اسلامی کانفرنس برائے وسط ایشیائی ریاستیں، ماسکو ۱۹۹۱ء، دعوت کانفرنس، متحدہ عرب امارات ۱۹۹۱ء، ایشیائی اسلامی کانفرنس، کولمبو (سری لنکا) ۱۹۹۳ء، عالمی اسلامی کانفرنس (انڈونیشیا) ۲۰۰۲ء، سیرت کانفرنس، ٹریپولی (لیبیا) ۱۹۹۸، ۲۰۰۳ء۔ اس کے علاوہ بیلجیئم، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، اٹلی، فرانس، نائیجیریا، کینیا، سپین، ڈنمارک، آئیرلینڈ، کینیڈا، یونان کے سفر کر چکے ہیں۔

تصانیف:

آپ کا تصنیف و تالیف سے بھی شغف تھا، آپ کے قلم سے درج ذیل تصانیف منصہ شہود پر آئیں:

۱۔ عیسائیت، مطالعہ و تجزیہ ۲۔ تصحیح ترجمہ "صحیح مسلم" مطبوعہ شیخ محمد اشرف پبلشرز ۳۔ تصحیح ترجمہ "ماذا خسر العالم من انحطاط المسلمین" از مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۴۔ ترجمہ (عربی سے انگریزی) "الحزب المقبول" (دعاؤں کی معروف و مقبول کتاب) ۵۔ مختلف ملکی اخبارات و جرائد میں اسلامی، سیاسی اور معاشرتی موضوعات پر مضامین ۶۔ ہفت روزہ "اہلحدیث"، "ترجمان الحدیث"، اور "الاسلام" میں تفسیر، حدیث، اسلامی تاریخ، فقہ

اور اسلام کی معاشرتی اخلاقی اور سیاسی تعلیمات کے بارے میں مضامین لکھ چکے ہیں۔

عصری تعلیم:

سینئر پروفیسر ساجد میرؒ ۲ اکتوبر ۱۹۳۸ کو سیالکوٹ کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق نامور علمی سیاسی شخصیت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کے خاندان سے تھا۔ والد کا نام جناب عبد القیوم میرؒ تھا، جو کہ محکمہ تعلیم میں انسپکٹر سکولز کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم پسرور سے حاصل کی جہاں والد محترم بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول سیالکوٹ، ایف اے اور بی اے مرے کالج سیالکوٹ، ایم اے انگلش گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا۔ انہوں نے ایم۔ اے (اسلامیات)، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، فرسٹ ڈویژن، بی۔ اے (سیاسیات و عربی)، مرے کالج سیالکوٹ، ۱۹۵۸ء، مع انگلش اور عربی میں میرٹ سکالر شپ، بی۔ اے (ایڈیشنل) معاشیات، پنجاب یونیورسٹی، مئی ۱۹۶۵ء، بی۔ اے (ایڈیشنل) نفسیات، پنجاب یونیورسٹی، جولائی ۱۹۶۶ء میں کیا۔ اسی دوران حفظ القرآن الکریم کی سعادت بھی حاصل کی۔

دینی تعلیم:

آپ نے امام العصر مولانا حافظ ابراہیم میر سیالکوٹیؒ، شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق حسینویؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانبازؒ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ مولانا جانبازؒ صاحب اور حافظ اسحٰقؒ صاحب سے بخاری شریف سمیت درس نظامی کی متعدد کتب سبقاً سبقاً پڑھی ہیں۔ البتہ مولانا جانبازؒ صاحب سے علمی تعلق نسبتاً زیادہ رہا اور ان سے کئی اہم کتب کا باقاعدہ درس لیا۔ جب کہ اجازت حدیث حافظ اسحٰقؒ صاحب سے حاصل ہوئی ہے۔ جناب رانا شفیق خاں پسروری صاحب کی مرتب کردہ سوانح میں یہ تفصیل درج ہے کہ امیر محترمؒ نے ۱۹۷۱ء میں جامعہ ابراہیمیہ سیال کوٹ سے فراغت حاصل کی اور اس کے بعد ۱۹۷۲ء میں دار العلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور میں باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہاں سے بھی سند فراغت حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس وفاق المدارس السلفیہ کی جانب سے شہادۃ العالمیہ (عالم کورس) کی سند بھی موجود تھی۔

پیشہ ورانہ خدمات:

لیکچرار (انگلش)، جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ (۱۹۶۰-۹-۱۴ تا ۱۹۶۳-۲-۱۰)، انسٹرکٹر (انگلش)، گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ سیالکوٹ (۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۶ء)، سینئر انسٹرکٹر (انگلش اینڈ مینجمنٹ) گورنمنٹ

پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ سیالکوٹ و لاہور (۱۹۶۶ء تا ۱۹۷۵ء)، آفیسر انچارج، شعبہ ریلیٹڈ اور بیسک سٹڈیز، گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ سیالکوٹ (۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۵ء)، ممتحن اعلیٰ و پیپر سینٹر پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن (۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۵ء)، جنرل سیکرٹری، پولی ٹیکنیک ٹیچرز ایسوسی ایشن، مغربی پاکستان (۱۹۶۸ تا ۱۹۷۰ء)صدر، پولی ٹیکنیک ٹیچرز ایسوسی ایشن (۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۵ء)۔

پھر آپ افریقی ملک نائیجیریا میں تشریف لے گئے، وہاں پر بھی کئی تدریسی اور انتظامی ذمہ داریاں نبھائیں، مثلاً سینئر ایجوکیشن آفیسر (سینئر لیکچرار)، فیڈرل گورنمنٹ آف نائیجیریا (۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۷ء)، پرنسپل ایجوکیشن آفیسر (اسسٹنٹ پروفیسر) فیڈرل گورنمنٹ آف نائیجیریا (۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۱ء) انگلش اور اسلامیات، اسسٹنٹ چیف ایجوکیشن آفیسر (ایسوسی ایٹ پروفیسر) فیڈرل گورنمنٹ آف نائیجیریا (۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۴ء)۔

چند ذاتی یادیں۔ لمحات میر

سینئر پروفیسر ساجد میر رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ سب کی یادیں ہیں۔ ایک ادارے میں پندرہ سال ان کی سرپرستی رہی تو بہت سے ایسے لمحات جواب یادیں بن رہے ہیں۔ پیغام ٹی وی ورکنگ اور جماعت کے سوشل میڈیا کے حوالے سے میٹنگز، رہنمائی۔ لیکن سب سے بڑھ کر وہ لمحات کہ جب ان کے ہمراہ عمرہ کرنے کی سعادت ملی۔ کتنی خوش نصیبی کہ آپ ایک ایسی شخصیت کے واحد ساتھی ہوں جن کے ساتھ گزرنے والا ایک ایک لمحہ زندگی بھر کی سعات بن جائے۔ یہ سفر کچھ ایسا مبارک کہ جب امام الحرمین الشریفین آپ کے میزبان ہوں۔ پیغام ٹی وی کی الحرمین الشریفین کے آڈیٹوریم میں منعقد ہونیوالی اس تقریب میں شرکت کسی اعزاز سے کم نہ تھی۔ جب سب مہمانان گرامی کھانے کی ٹیبل پر بیٹھ گئے تو امام الحرم الشیخ السدیس خود اٹھے اور مہمانوں کے پلیٹوں میں چاول اور گوشت وغیرہ ڈالتے رہے، کہ کچھ کھانا میری طرف سے بھی۔ اس دورے میں پروفیسر ساجد میرؒ جناب حافظ سلمان اعظم صدر اہلحدیث یوتھ فورس پاکستان کے مہمان تھے۔ پروفیسر صاحب کسی ہوٹل میں قیام کی بجائے ان کے گھر میں ٹھرے۔ انہیں واپسی کی جلدی تھی کیونکہ تراویح پڑھانی تھی۔ اسی دن سعودیہ میں رمضان المبارک کا اعلان ہو گیا تو امیر محترم نے خواہش کا اظہار کیا کہ طائف جانا ہے۔ وہ میقات سے احرام باندھ کر رمضان المبارک میں عمرہ کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ محترم سلمان اعظم صاحب کا شکریہ کہ مجھے بھی یہ سعادت حاصل کرنے کا موقع دیا۔ امیر محترم اور سلمان بھائی کے ساتھ طائف کا یہ سفر انتہائی یادگار رہا۔ اس دوران امیر محترم کی دعائیں اور نصیحت آموز باتیں سننے کا موقعہ ملا۔ خوشگوار لہجے میں ہلکی پھلکی گفتگو بھی ہوتی رہی۔ مضان المبارک کا آغاز ہو چکا تھا اور طائف کی طرف سے میقات پر بہت زیادہ رش تھا۔ امیر محترم اور میں

نے احرام باندھے۔ واپسی پر امیر محترم نے کہا کہ سنا ہے یہاں کی خوبانی کافی مزیدار ہوتی ہے۔ ہم نے وہ لیکر کھائی۔ مکہ مکرمہ پہنچے، امیر محترم اور مجھے مسجد الحرام میں ڈراپ کیا۔ سلمان بھائی نے فوری تیاری کر کے امیر محترم کے ہمراہ پاکستان جانا تھا۔ اب مجھے وہ سعادت بھرے لمحے نصیب تھے۔ جو مجھے تو یاد رہنے ہی تھے لیکن امیر محترم نے بھی ہمیشہ یاد رکھے۔ یکدم رمضان المبارک کا رش، اسی دوران واش روم استعمال کرنے کے لئے باہر آنا پڑا اور واپسی پر راستے بند۔ عمرہ مکمل ہوا حجام کے پاس گئے تو اس نے امیر محترم کو تو بزرگی کے باعث جلد فارغ کر دیا جبکہ میری باری لیٹ تھی۔ میری کوشش تھی اور درخواست بھی کہ آپ کی فلائیٹ ہے آپ جلد چلے جائیں لیکن انتظار کرتے رہے بلکہ مسکراتے ہوئے جملہ تھا کہ اب اکٹھے ہی جائیں گے۔ خیر انتہائی رش کے باوجود ٹیکسی لیکر سلمان اعظم بھائی کے گھر پہنچے۔ ائیر پورٹ سے لیٹ ہوئے لیکن آخر کار کافی تگ و دو کے بعد فلائیٹ مل گئی۔ اگلے دن پاکستان میں پہلی تراویح کی امامت کی۔ بعد ازاں کئی مواقع پر اس عمرے کا تذکرہ فرماتے، دفتر میں کئی میٹنگز کے دوران کھانا آجاتا۔ سب کو دعوت دیتے، ہر کوئی ہچکچاتا۔ تو مجھے فرماتے کہ تم تو کھا لو تم میرے عمرے کے ساتھی ہو۔ خیر یہ ان کی ذرہ نوازی تھی اور میری زندگی کی ایک یادگار۔

جب بیرون ملک دورے سے تشریف لاتے تو آتے ہی سب سے پہلا فریضہ یہ ادا کرتے کہ پیغام ٹی وی اور جماعت کے اکاونٹس والوں کو بلاتے۔ میں بھی کئی مرتبہ گیا۔ ایسا متعدد بار ہوا کہ اپنا اٹیچی کھولتے، اب نوٹوں کی پن لگی اور پرچی لکھی الگ الگ گڈیاں ہوتیں، کوئی کم کوئی بڑی رقم۔ ایک ایک نکالتے، یہ پیغام ٹی وی کے لئے فلاں نے دیئے ہیں اور یہ جماعت کے لئے۔ یہ ذمہ داری ادا کر کے پھر پرسکون ہو کر باقی حال احوال پوچھتے۔ امانتیں پہنچا کر، پھر ایک مسکراہٹ ہوتی اور سب کے لئے بہت سی اپنائیت بھری باتیں۔ مجھے یاد آرہا ہے کہ ایک بار امیر مرکزیہ پروفیسر ساجد میرؒ کی سینٹ انتخابات میں کامیابی کے بعد ان کے دفتر میں خوشی کا سماں تھا۔ جماعتی سوشل میڈیا ذمہ داریوں کے باعث مجھے بھی ان خوشگوار لمحات میں شرکت کا موقعہ ملا۔ اتنے میں امیر محترم نے ناظم دفتر کو بلا کر چند ہدایات دیں۔ پروفیسر صاحب کے یہ چند الفاظ انتہائی حیرت انگیز تھے، خصوصاً میرے لئے۔ امیر محترم ناظم دفتر کو انتخابی اخراجات کے گوشواروں کے کاغذات جمع کرانے سے متعلق ہدایات دے رہے تھے۔ یہ ضابطے کی کارروائی ہوتی ہے۔ انہوں نے جو اخراجات بتائے وہ چند کاغذات کی فوٹو کاپی، فون کالز اور الیکشن کمیشن آنے جانے کے لئے خرچ ہونیوالے فیول کے متعلق تھے۔ ذرا تصور کریں کہ جب ملک میں سینٹ الیکشن کے لئے کروڑوں خرچ کرنے کے تذکرے میڈیا کی شہ سرخیوں میں ہوں۔ اس وقت بلوچستان میں حکمران جماعت کا ایک ٹکٹ ہولڈر کسی سیٹھ کے مقابلے میں ہار چکا تھا، ایسے میں ایک سینیٹر

اپنے اخراجات چند سو ظاہر کر رہا ہو تو حیران ہونا تو بنتا ہے۔ ایک حیرت مجھے اس وقت بھی ہوئی کہ جب سینٹ کا الیکشن جیتنے کے بعد وہ پنجاب اسمبلی سے باہر آئے۔ ڈرائیور نے اطلاع دی کہ گاڑی ایک ایسی جگہ پارک ہے کہ جہاں سے نکلنا انتہائی مشکل ہے۔ تو آپ اپنی گاڑی کا انتظار کرنے کی بجائے ایک کارکن کی گاڑی میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ یہ گاڑی ان درجنوں گاڑیوں کے قافلوں سے گزری جو منتخب سینیٹرز کو جلوس کی شکل میں واپس لیجانے کے لئے وہاں موجود تھے۔

حالیہ سینیٹ الیکشن میں میرے لئے ایک اور اعزاز نصیب ہوا۔ اس بار انتخابات سے متعلق تمام کاغذات مجھے بطور گزیٹڈ آفیسر تصدیق کرنے کا موقع ملا۔ جب ریٹرننگ آفیسر کے سامنے پیش ہونا تھا تو کوئی رہنما ساتھ تھے۔ چند دستاویزات پر سائن ہونے تھے۔ ریٹرننگ آفیسر نے اپنے سامنے صرف ایک کرسی رکھی تھی جس پر امیر محترم بیٹھے تھے۔ جب مجھے سائن کرنے کا کہا گیا تو ٹیبل پر جھک کر کرنے لگا۔ کافی زیادہ کاغذات تھے۔ لیکن اچانک امیر محترم کرسی سے اٹھے اور مجھے کہا کہ تم بیٹھ کر آرام سے سائن کر دو۔ سب کھڑے تھے لیکن مجھے بٹھا دیا۔ خیر یہ مرحلہ بخیریت انجام پہنچا تو باقاعدہ شکریہ ادا کیا۔ میں تو صرف اتنا کہہ سکا کہ امیر محترم یہ تو ایک زندگی کا اعزاز ملا ہے۔ یہ ان کی ذرہ نوازی تھی اور اپنائیت۔ سادگی اور بس۔

مسلم لیگ کے سینیٹر پرویز رشید نے ایک بار مدارس کے خلاف بیان دیا۔ یہ بات امیر محترم تک پہنچ گئی۔ بہت اہم مواقع پر فون کرتے اور کتنے سادہ الفاظ "ساجد میر بول رہا ہوں"۔ نمبر محفوظ نہ ہو تو شائد یقین تک نہ آئے کہ اتنی سادگی سے بات کرنے والی کون "عظیم شخصیت" ہے۔ مجھے خبر کا پوچھا اور پھر جملہ بولا۔ "میری طرف سے اس کی شدید مذمت کر دو اور جتنے مرضی سخت الفاظ میری طرف سے لکھ دو"۔ یہ ان کا اعتماد تھا۔ ظاہر ہے یہ بیانات میڈیا اور ہر جگہ جاتے۔

جرات و بہادری اور بے باکی کے تو کئی واقعات ہیں۔ گزشتہ دور حکومت میں وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے "نسواں ایکٹ" کے نام سے ایک ایسی قانون سازی کی کوشش کی جس پر دینی جماعتوں کو اعتراض تھا۔ شہباز شریف نے دینی رہنماؤں اور علماء کرام کو میٹنگ کے لئے مدعو کیا۔ جب سب علماء نے کافی سخت موقف اختیار کیا تو شہباز شریف نے پروفیسر ساجد میر صاحب کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھا اور کہا کہ آپ تو ہمارا ساتھ دیں۔ امیر محترم نے واضح طور پر کہا کہ اس معاملے میں آپ کے ساتھ نہیں بلکہ علماء کرام کے ساتھ کھڑا ہوں۔

جنرل باجوہ کے متعلق بیان تو عالمی شہرت رکھتا ہے۔ اعلیٰ ترین سطح پر دو بڑے افسران سینٹ آفس میں آئے۔ ماحول یہ کہ پورے پارلیمنٹ لاجز کو جیسے خالی کرا لیا ہو۔ اپنے ڈرائیور کو بس اتنا کہا کہ ادویات اور کچھ کپڑے رکھ

لینا شائد وہیں سے جانا پڑ جائے۔ انہوں نے وضاحت دی اور مطالبہ تھا کہ بس یہ بتادیں کہ بیان کس کی بریفنگ پر دیا ہے۔ پوری جرات سے ایک ایسے بزرگ عالم دین کی خاطر سارا پریشر اپنے اوپر لیا کہ جو اپنی جماعت اور مسلک کے بھی نہیں تھے۔ جنرل مشرف کے خلاف واحد ووٹ تو عالمی شہرت اختیار کر گیا۔

سیاسی مصروفیت شائد ان کی زندگی کا معمولی سا حصہ تھا۔ ان کی زندگی تو جیسے قرآن پاک کی تلاوت کے لئے وقف ہو۔ تراویح سب سے بڑی مصروفیت۔ ان کا جملہ ہم ہر رمضان المبارک میں سنتے جب کوئی کسی تقریب جلسے یا میٹنگ کے لئے کہتا حتی کہ سینٹ۔ فرمایا کرتے کہ میرے پاس رمضان المبارک میں صرف دو چیزوں کے لئے وقت ہے: قرآن اور پیغام۔ ہر سال ان کے ساتھ ایک رات کی ٹرانسمیشن ہوتی جو کہ اگلے سال تک کے لئے یادگار بن جاتی۔ چیئرمین پیغام ٹی وی ڈاکٹر حافظ عبدالکریم حفظہ اللہ بھی شریک ہوتے اور گویا یہ ایک یادگار رات بن جاتی۔ سب کو فکر ہوتی کہ گھنٹوں پر مشتمل اس ٹرانسمیشن میں تھک گئے ہوں گے۔ لیکن وہ آدھی رات کو جب ٹرانسمیشن مکمل ہوتی تو چیف آپریٹنگ آفیسر حافظ ندیم احمد کا شکریہ ادا کر رہے ہوتے اور پھر پوری ٹیم کا۔ مسکراتے چہرے کیساتھ گروپ فوٹو ہوتی۔ ان کی زندگی عبادت گزاری، مطالعے، تبلیغ اور جماعت کے لئے دن رات انتھک محنت کا نام ہے۔ سب برداشت کرنا، تلخ اور غیر اخلاقی باتوں کو بھی۔ کچھ کے بارے تو بس اتنا کہتے کہ ان کا معاملہ اب اللہ تعالی پر چھوڑ دیا ہے۔ قیامت کے دن ان سے بدلے میں نیکیاں لیں گے، زندگی میں کوئی جواب نہیں، کوئی ایک تلخ جملہ نہیں۔

وفا نبھانا، قدر کرنا اور ساتھ دینا تو کوئی ان سے سیکھے۔ ہم نے کئی مرتبہ ہدایات سنیں کس کارکن، کس عالم دین، کسی مرحوم، کسی پرانے ساتھی کے بچوں تک تحائف اور نقدی پہنچانی ہے۔ حتی کہ کئی لوگ جو بجلی کے بل تک کا کہہ دیتے اور وہ اپنی جیب سے ادا کرتے۔ سیالکوٹ میں آبائی زمین جو اب شہر کے بیچ ہے۔ اربوں کی پراپرٹی اور اسی طرح خاندانی درجنوں ملکیتی دکانیں۔ لیکن یہ سب وقف ہے، ڈسپنسری کے لئے، روزانہ کے دسترخوان، مسجد کے اخراجات اور کئی گھرانوں کی امداد کے لئے۔

پندرہ برس کی رہنمائی ہے اور بہت سی یادیں۔ ان کے لئے گواہی دینے والے لاکھوں ہیں۔ ان کے ساتھی۔ ہم تو بس ان یادوں میں جی رہے ہیں جو ایک عظیم شخصیت سے جڑی ہیں۔ عوام الناس سے ان کی محبت کیسی تھی، اس کا اظہار تو وہ پورے شہر میں پھیلا جنازہ تھا جن آہوں، سسکیوں میں انہیں رخصت کیا گیا۔ جن کی عبادت گزاری، نیکی، تقوی اور ایمانداری کی گواہی بزرگ شیوخ، علمائے کرام دے رہے ہوں ہم تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو "اس عہد میر میں جیتے رہے" اور یہی ہماری زندگی کا اعزاز ہے۔

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 56 No. 3
Monthly MUHADDIS Lahore
35866476
35866396

- **عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں**
لیکن تعصّبات سے بالا تر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

- **علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں**
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- **غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے**
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- **تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے**
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- **آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے**
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- **جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے**
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

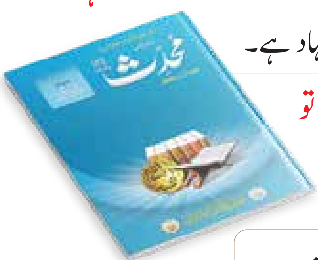

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۱۰۰ روپے
- زرِ سالانہ ۶۰۰ روپے

Designing: AK 0321-4966404

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700